الفاظ قرآن کے معانی و مطالب کی بیان پر مشتمل ایمان افروز کتاب

موسوم بہ

علم القرآن

تالیف: حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی

مکتبہ اسلامیہ

فیضان مدینہ کلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی بابا اسلامیہ کراچی پاکستان۔

فون: 4921389-93/4126990 فیکس: 4125855

www.sirat-e-mustaqeem.com

الفاظ قرآن کے معانی اور مطالب کی پہچان پر مشتمل ایمان افروز کتاب

موسوم بہ

علم القرآن

تالیف

مفسر قرآن حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

پیش کش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تخریج)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

www.sirat-e-mustaqeem.com

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب : علم القرآن

مؤلف : حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

پیش کش : مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تخریج)

سن طباعت : شوال المکرّم ۱۴۲۸ھ بمطابق نومبر 2007ء

ناشر : مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ کی مختلف شاخیں

مکتبۃ المدینہ شہید مسجد کھارادر باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ مرکز الاولیاء لاہور

مکتبۃ المدینہ اصغر مال روڈ نزد عیدگاہ، راولپنڈی

مکتبۃ المدینہ امین پور بازار، سردار آباد (فیصل آباد)

مکتبۃ المدینہ نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ مدینۃ الاولیاء ملتان

مکتبۃ المدینہ چھوٹکی گھٹّی، حیدر آباد

مکتبۃ المدینہ چوک شہیداں میر پور آزاد کشمیر

E.mail:ilmia26@yahoo.com

Ph:4921389-90-91 Ext:1268

تنبیہ: کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّ حِيْم ط

”محبت میں اپنی گُما یا الٰہی“ کے 20 حُروف کی نسبت

سے اس کتاب کو پڑھنے کی ”20 نیّتیں“

فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم: **نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ** مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۹۴۲، ج۶، ص۱۸۵، داراحیاء التراث العربی بیروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿۱﴾ بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔ ﴿۲﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿۱﴾ ہر بار حمد و ﴿۲﴾ صلوٰۃ اور ﴿۳﴾ تعوُّذ و ﴿۴﴾ تسمِیّہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہو جائے گا۔) ﴿۵﴾ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالَعہ کروں گا۔ ﴿۶﴾ حَتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضو اور ﴿۷﴾ قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿۸﴾ قرآنی آیات اور ﴿۹﴾ اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿۱۰﴾ جہاں جہاں ”اللہ“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿۱۱﴾ جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پڑھوں گا۔ ﴿۱۲﴾ اس روایت ”عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ یعنی نیک لوگوں کے ذِکر کے وقت رَحمت نازل ہوتی ہے۔“ (حِلیۃُ الاولیاء، الحدیث ۱۰۷۵۰، ج۷، ص۳۳۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت) پر عمل کرتے ہوئے اس کتاب میں دیئے

www.sirat-e-mustaqeem.com

گئے واقعات دوسروں کو سُنا کر ذکرِ صالحین کی بَرَکتیں لُوٹوں گا﴿۱۳﴾(اپنے ذاتی نسخے پر)عِندَ الضَّرورت خاص خاص مَقامات پر انڈر لائن کروں گا۔﴿۱۴﴾(اپنے ذاتی نسخے پر) ''یادداشت'' والے صَفْحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔﴿۱۵﴾دعوتِ اسلامی کے مدنی قافلوں میں سفر کروں گا۔﴿۱۶﴾مدنی انعامات پر عمل کرتے ہوئے اس کا کارڈ بھی جمع کروایا کروں گا۔﴿۱۷﴾دوسروں کو **یہ کتاب** پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔﴿۱۸،۱۹﴾اس حدیثِ پاک ''تَهَادَوْا تَحَابُّوْا'' ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (الموطاء للامام مالك،الحديث:۱۷۳۱،ج۲،ص۴۰۷، دارالمعرفة بيروت) پر عمل کی نیت سے(ایک یاحسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔﴿۲۰﴾کتابت وغیرہ میں شَرعی غلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطّلع کروں گا۔(مصنّف یاناشِرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اچھی اچھی **نیّتوں** سے متعلق رَہنمائی کیلئے، **امیرِ اہلسنّت** دامت بَرَکاتُہم العالیہ کا منفرِد دستّوں بھرا بیان **''نیّت کا پھل''** اور نیتوں سے متعلق آپ کے مُرتّب کردہ **کارڈ یا پمفلٹ مکتبۃ المدینہ** کی کسی بھی شاخ سے ھدیّۃً حاصِل فرمائیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

المدینۃ العلمیۃ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ
مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحُسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **''المدینۃ العلمیۃ''** بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۴) شعبۂ تراجم کتب
(۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''المدینۃ العلمیۃ'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیمُ البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین و مِلّت، حامیٔ

www.sirat-e-mustaqeem.com

سنّت، ماحیٔ بدعت، عالِمِ شَرِ یعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولیٰنا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوُسع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ''**دعوتِ اسلامی**'' کی تمام مجالس بِشُمُول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

www.sirat-e-mustaqeem.com

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود وسلام ہوں تمام رسولوں میں افضل ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر، اما بعد! قرآن کریم وہ بلند رتبہ کتاب ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے ایسے عظیم نبی پر نازل فرمایا جن کے ذریعے نبیوں کی آمد کا سلسلہ مکمل ہوا اور وہ ایک ایسا دین لے کر تشریف لائے جو خاتم الادیان ٹھہرا۔ یہ وہ کتاب ہے جو مخلوق کی اصلاح کے لیے خالق کا دستور ہے۔ زمین والوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے آفاقی قانون ہے، اس کو نازل فرمانے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ فرمادیا اور قیامت تک کے لیے صرف شریعت محمدی اور دین اسلام کے واجب القبول ہونے کا اعلان کردیا۔

قرآن مجید دین اسلام اور شریعت محمدی کی اساس اور برہان ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر دلائل ہیں، انبیائے سابقین اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نبوت، رسالت اور ان کی عظمتوں کا بیان ہے، حلال اور حرام، عبادات اور معاملات، آداب اور اخلاق کے جملہ احکام کا تذکرہ ہے، حشر ونشر اور جنت ودوزخ کا تفصیل سے ذکر ہے اور انسان کی ہدایت کے لیے جس قدر امور کی ضرورت ہوسکتی ہے اس سب کا قرآن مجید میں بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ ١٤، النحل: ٨٩)

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

لہٰذا ہر دور میں ارباب علم وفضل اور اصحاب تحقیق نے مختلف شکلوں میں قرآن پاک کے ہر پہلو پر ممکنہ تحقیقی کام جاری رکھا ہے۔کبھی قرآن کے الفاظ اور اس کی ادائیگی کے طریقوں پر تحقیق ہوئی تو کبھی قرآن پاک کا اسلوب اور اعجاز مرجع التفات رہا۔کوئی قرآن پاک کی کتابت اور رسم الخط کے طریقوں کو اپنا موضوع تحقیق بناتا ہے تو کسی کا وظیفہ حیات اور شغل زندگی قرآن مجید کی تفسیر اور اس کی آیات کی شرح کرنے کی سعادت حاصل کرنا رہا ہے،اسی طرح اور بہت سے گوشوں پر تحقیقی کام ہوا۔

علمائے امت نے قرآن مجید کے مختلف پہلوؤں پر الگ الگ تحقیق وریسرچ کرکے مستقل کتابیں تالیف کی ہیں، ان کے لیے علوم وضع کیے اور کتب مدون فرمائیں اور اس وسیع میدان میں بہت بلیغ کوششیں فرمائی ہیں اور یہ سلف صالحین کی کوششوں ہی کا نتیجہ ہے کہ آج ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ اور عظیم کارناموں کی بدولت نہایت قابل قدر علمی سرمایہ سے ہمارے کتب خانے مالا مال ہیں اور اس گراں قدر علمی سرمایہ پر ہمیں بجا طور پر فخر رہا ہے۔

اس طرح علماء محققین کی کاوشوں سے آج ہمیں جملہ علوم وفنون پر گراں بہا تصانیف دستیاب ہیں اور ''علم القرآن لترجمۃ الفرقان'' بھی انہیں میں سے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔مفسر قرآن حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کی ذات ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں،آپ کے زور قلم اور تبحر علمی کا اندازہ **''جاء الحق''** **''شان حبیب الرحمٰن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''** **''سلطنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''** **''اسلامی زندگی''** **''دیوان سالک''** اور آپ کی شہرہ آفاق تفسیر **''تفسیر نعیمی''** سے لگایا جاسکتا ہے۔زیر نظر کتاب ''علم القرآن'' بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قرآن فہمی اور وسعت علمی کا منہ بولتا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ثبوت ہے، جسے آپ نے نہایت عرق ریزی سے بڑی مہارت کے ساتھ ترتیب دیا ہے اور بہت آسان انداز میں ترجمہ قرآن کے اصول بیان فرمائے ہیں۔اس کتاب کی ضرورت کیوں پیش آئی،اس بارے میں خود آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی صفحات میں بڑی تفصیل سے وضاحت فرمائی اور اس ضمن میں باطل فرقوں کے خود ساختہ تراجم کی نقاب کشائی کر کے ان (فرقوں) کی اصل حقیقت بیان کر دی ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور ہمیں اس کتاب سے کما حقہ مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم

الحمد للہ عزوجل تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کی مجلس ''المدینۃ العلمیۃ'' نے اکابرین و بزرگان اہلسنت کی مایہ ناز کتب کو حتی المقدور جدید انداز میں شائع کرنے کا عزم کیا ہے، چنانچہ ''المدینۃ العلمیۃ'' کے مدنی عملہ کے علماء نے اس کتاب پر درج ذیل کام کرنے کی سعادت حاصل کی:

☆ نئی کمپوزنگ، جس میں علامات تراقیم کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

☆ محتاط پروف ریڈنگ، متن کی حتی المقدور تصحیح کے لیے دیگر مطبوعہ نسخوں سے مقابلہ۔

☆ حوالہ جات کی حتی المقدور تخریج، نیز فارسی عبارات کی درستگی اور پیرابندی وغیرہ۔

☆ اور سب سے اہم اور توجہ طلب کام آیات قرآنی کی تصحیح و تطبیق، کیونکہ اس کتاب میں سینکڑوں مقامات پر آیات قرآنیہ اپنی برکات لٹا رہی ہیں۔اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ان مدنی علماء کی یہ کوشش قبول فرمائے اور انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنْهُمْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

شعبہ تخریج (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

www.sirat-e-mustaqeem.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ: موجودہ مسلمانوں کا ترجمہ قرآن کا شوق اور بغیر سمجھے ترجمہ پڑھنے کے بُرے نتائج	15
۲	ترجمہ قرآن میں دشواریاں، کفار کی آیتیں مسلمانوں پر چسپاں کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے	22
۳	مقدمہ: آیات قرآنیہ کی قسمیں تفسیر قرآن کے درجے اور ان کے حکم	26
۴	**پہلا باب: اصطلاحات قرآنیہ**	38
۵	اصطلاح نمبر۱: ایمان	38
۶	اصطلاح نمبر۲: اسلام	43
۷	اصطلاح نمبر۳: تقویٰ	46
۸	اصطلاح نمبر۴: کفر	51
۹	اصطلاح نمبر۵: شرک	57
۱۰	شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام	59
۱۱	مخلوق کو مشکلکشا، فریادرس، دافع البلاء جاننا شرک نہیں	71
۱۲	اصطلاح نمبر۶: بدعت	74

www.sirat-e-mustaqeem.com

۱۳	اصطلاح نمبر۷: الٰہ	76
۱۴	لفظ الٰہ کی تحقیق	79
۱۵	اصطلاح نمبر۸: ولی	88
۱۶	ولی اللہ، ولی من دون اللہ	91
۱۷	اصطلاح نمبر۹: دعا	93
۱۸	مردوں کو پکارنا قرآن سے ثابت ہے	100
۱۹	اصطلاح نمبر۱۰: عبادت	104
۲۰	عبادت کی قسمیں	108
۲۱	اصطلاح نمبر۱۱: من دون اللہ	111
۲۲	اصطلاح نمبر۱۲: نذر و نیاز	118
۲۳	اصطلاح نمبر۱۳: خاتم النبیین	125
۲۴	**دوسرا باب: قواعد قرآنیہ**	130
۲۵	قاعدہ نمبر۱: وحی کے معنی اور ان کی پہچان	131
۲۶	قاعدہ نمبر۲: عبد کے معنی اور ان کی پہچان	132
۲۷	قاعدہ نمبر۳: رب کے معنی اور ان کی پہچان	134
۲۸	قاعدہ نمبر۴: ضلال کے معنی اور انکی پہچان	135
۲۹	قاعدہ نمبر۵: مکر یا خداع کے معنی اور ان کی پہچان	136

www.sirat-e-mustaqeem.com

۳۰	قاعدہ نمبر۶: تقویٰ کے معانی اوران کی پہچان	137
۳۱	قاعدہ نمبر۷: من دون اللہ کے معانی اوران کی پہچان	138
۳۲	قاعدہ نمبر۸: ولی کے معانی اوران کی پہچان	140
۳۳	قاعدہ نمبر۹: دعا کے معانی اوران کی پہچان	141
۳۴	قاعدہ نمبر۱۰: شرک کے معانی اوران کی پہچان	142
۳۵	قاعدہ نمبر۱۱: صلوٰۃ کے معانی اورانکی پہچان	144
۳۶	قاعدہ نمبر۱۲: مُردوں کا سننا اور ہیّت کے معانی اوران کی پہچان	145
۳۷	قاعدہ نمبر۱۳: ایمان وتقویٰ کے معانی اوران کی پہچان	148
۳۸	قاعدہ نمبر۱۴: خلق کے معانی اوران کی پہچان	148
۳۹	قاعدہ نمبر۱۵: حکم، گواہی، ملکیت وکالت کے معانی اوران کی پہچان	150
۴۰	قاعدہ نمبر۱۶: علم غیب کے مراتب اوران کی پہچان	153
۴۱	قاعدہ نمبر۱۷: شفاعت کی قسمیں اوران کی پہچان	156
۴۲	قاعدہ نمبر۱۸: غیر خدا کو پکارنے کی قسمیں اوران کی پہچان	159
۴۳	قاعدہ نمبر۱۹: بندے کو ولی بنانے کی قسمیں اوران کی پہچان	160
۴۴	قاعدہ نمبر۲۰: وسیلہ کی قسمیں اوران کی پہچان	161

www.sirat-e-mustaqeem.com

۴۵	قاعدہ نمبر۲۱: کسی کے اعمال دوسرے کے کام آنے نہ آنے کا قاعدہ	162
۴۶	قاعدہ نمبر۲۲: کسی کا بوجھ اٹھانے کی صورتیں اوران کی پہچان	164
۴۷	قاعدہ نمبر۲۳: رسولوں میں فرق کرنے کی صورتیں اوران کی پہچان	167
۴۸	قاعدہ نمبر۲۴: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنے انجام کی خبر ہونے کی صورتیں اوران کی پہچان	169
۴۹	قاعدہ نمبر۲۵: نبی کی ہدایت کرنے کی صورتیں اوران کی پہچان	172
۵۰	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جس کی ہدایت کا ارادہ فرمادیں اسے اللہ کے فضل سے ضرور ہدایت ملے گی	172
۵۱	قاعدہ نمبر۲۶: غیر خدا کے نام پر پکارے ہوئے جانور کے حرام حلال ہونے کی صورتیں اوران کی پہچان	174
۵۲	قاعدہ نمبر۲۷: نبی کے نفع ونقصان کے مالک ہونے نہ ہونے کی صورتیں اوران کی پہچان	175
۵۳	قاعدہ نمبر۲۸: رفع کے معانی اوران کی پہچان	177
۵۴	قاعدہ نمبر۲۹: غیر خدا سے ڈرنے کی صورتیں اوران کے احکام	181
۵۵	قاعدہ نمبر۳۰: نبی کے ہم جیسے بشر ہونے نہ ہونے کی صورتیں اورانکی پہچان۔حضور نے اپنی بشریت کا اعلان کیوں کیا؟	183

www.sirat-e-mustaqeem.com

۵۶	تیسرا باب: مسائل قرآنیہ	186
۵۷	مسئلہ نمبر۱: کرامات اولیاء برحق ہیں	187
۵۸	مسئلہ نمبر۲: اولیاء اللہ مشکلکشا، دافع البلاء، حاجت روا ہیں	190
۵۹	مسئلہ نمبر۳: تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی	195
۶۰	مسئلہ نمبر۴: اللہ کے پیارے دور سے دیکھتے، سنتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے خبردار تھے انکے حالات سے واقف تھے	200
۶۱	مسئلہ نمبر۵: مُردے سنتے ہیں اور زندوں کی مدد کرتے ہیں	206
۶۲	مسئلہ نمبر۶: یادگاریں قائم کرنا اور بڑی تاریخوں پر خوشیاں منانا	214
۶۳	مسئلہ نمبر۷: بزرگوں کی جگہ کی تعظیم اور وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے	218
۶۴	مسئلہ نمبر۸: سچے مذہب کی پہچان، مذاہب کی تاریخ پیدائش ان کے ناموں سے	220
۶۵	مسئلہ نمبر۹: دم درود کرنا، پڑھ کر پھونکنا	224
۶۶	مسئلہ نمبر۱۰: تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم برحق ہیں	226
۶۷	مسئلہ نمبر۱۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے	236

www.sirat-e-mustaqeem.com

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

دیباچہ

یہ زمانہ جس پُرخطر دور سے گزر رہا ہے وہ سب پر ظاہر ہے کہیں الحاد و بے دینی کی ہوائیں چل رہے ہیں کہیں دیوبندیت، مرزائیت کی آندھیاں اٹھ رہی ہیں، ہر روز نئے نئے فرقے جنم لے رہی ہیں اور ہر فرقہ بغل میں قرآن دبا کر ہی دام فریب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جس کو دیکھو قرآن سنا سنا کر اپنی سچائی کا اعلان کر رہا ہے۔ جاہل سے جاہل بھی اپنے کو علامۂ زمان سمجھ کر اکابرین اسلام بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ذات بابرکات پر بھی زبان طعن دراز کرنے سے نہیں چُوکتا اور اپنے مقصد کیلئے قرآن کریم ہی کو پیش کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کوشاں ہے اور ترجمہ قرآن کی آڑ میں بے دینی پھیلا رہا ہے یہی وہ زمانہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”مسلمان کے لئے اس وقت زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس زمانے میں دین سلامت لے گیا۔“ (حدیث)

مسلمانو! دین اسلام بہت بڑی دولت ہے اس کی حفاظت بہت ہی ضروری ہے۔ مفسر قرآن حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب قبلہ نے مسلمانوں کو ترجمہ قرآن پڑھنے کیلئے اور فتنے سے بچانے کے لئے یہ کتاب تصنیف فرمائی ہے تاکہ اس کو پڑھ کر مسلمان قرآن کی صحیح فہم حاصل کر سکیں۔ اس کتاب میں قرآن کی اصطلاحیں قرآن کے قواعد اور قرآنی مسائل اس عمدہ طریقے سے بیان کئے گئے ہیں کہ جن سے ترجمہ قرآن بہت آسان ہو جاتا ہے۔

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مفتی دارالعلوم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیۡنَ الۡمَاءِ وَالطِّیۡنِ سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ وَاَصۡحَابِہِ الطَّاھِرِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ

آج سے پچاس سال پہلے مسلمانوں کا یہ طریقہ تھا کہ عام مسلمان قرآن کریم کی تلاوت محض ثواب کی غرض سے کرتے تھے اور روزانہ کے ضروری مسائل پاکی پلیدی، روزہ نماز کے احکام میں بہت محنت اور کوشش کرتے تھے۔ عام مسلمان قرآن شریف کا ترجمہ کرتے ہوئے ڈرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ دریا ناپیدا کنار ہے۔ اس میں غوطہ وہی لگائے جو اس کا شناور ہو، بے جانے بوجھے دریا میں کودنا جان سے ہاتھ دھونا ہے اور بے علم وفہم کے قرآن شریف کے ترجمہ کو ہاتھ لگانا اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے نیز ہر مسلمان کا خیال تھا کہ قرآن شریف کے ترجمہ کا سوال ہم سے نہ قبر میں ہوگا نہ حشر میں۔ ہم سے سوال عبادات، معاملات کا ہوگا اسے کوشش سے حاصل کرو یہ تو عوام کی روش تھی رہے علماء کرام اور فضلائے عظام، ان کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن کریم کے ترجمہ کے لئے قریباً اکیس علوم میں محنت کرتے تھے مثلاً صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، ادب، لغت، منطق، فلسفہ، حساب، جیومیٹری، فقہ، تفسیر، حدیث، کلام، جغرافیہ، تواریخ اور تصوف، اصول وغیرہ۔ ان علوم میں اپنی عمر کا کافی حصہ صرف کرتے تھے۔ جب نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے ان علوم میں پوری مہارت حاصل کر لیتے تب قرآن شریف کے ترجمہ کی طرف توجہ کرتے پھر بھی اتنی احتیاط سے کہ آیات متشابہات کو ہاتھ نہ لگاتے تھے کیونکہ اس قسم کی آیتیں رب تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز و نیاز ہیں، اغیار کو یار کے معاملہ میں دخل دینا روا نہیں

میان طالب و مطلوب رمز یست! کراما کاتبیں راہم خبر نیست!

رہیں آیات محکمات ان کے ترجمہ میں کوشش تو کرتے مگر گزشتہ سارے علوم کا لحاظ رکھتے ہوئے مفسرین، محدثین، فقہا کے فرمان پر نظر کرتے ہوئے پھر بھی پوری کوشش کرنے کے باوجود قرآن کریم کے سامنے اپنے کو طفل مکتب جانتے تھے۔

اس طریقۂ کار کا فائدہ یہ تھا کہ مسلمان بدمذہبی، لادینی کا شکار نہ ہوتے تھے وہ جانتے بھی نہ تھے کہ قادیانی کس بلا کا نام ہے اور دیوبندی کہاں کا بھوت ہے۔ غیر مقلدیت، نیچریت کس آفت کو کہتے ہیں۔ چکڑالوی کس جانور کا نام ہے۔ علماء کے وعظ خوف خدا عظمت و ہیبت حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مسائل دینیہ اور علمی معلومات سے بھرے ہوتے تھے وعظ سننے والے وعظ سن کر مسائل ایسے یاد کرتے تھے جیسے آج طالب علم سبق پڑھکر تکرار کرتے ہیں کہ آج مولوی صاحب نے فلاں فلاں مسئلہ بیان فرمایا ہے غرضیکہ عجیب نوری زمانہ تھا اور عجب نورانی لوگ تھے۔

اچانک زمانہ کا رنگ بدلا، ہوا کے رخ میں تبدیلی ہوئی بعض نادان دوستوں اور دوست نما دشمنوں نے عام مسلمانوں میں ترجمہ قرآن کرنے اور سیکھنے کا جذبہ پیدا کیا اور عوام کو سمجھایا کہ قرآن عوام ہی کی ہدایت کے لئے آیا ہے اس کا سمجھنا بہت سہل ہے۔ ہر شخص اپنی عقل و سمجھ سے ترجمہ کرے اور احکام نکالے اس کے لئے کسی علم کی ضرورت نہیں۔ عوام میں یہ خیال یہاں تک پھیلایا کہ لوگوں نے قرآن کو معمولی کتاب اور قرآن والے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معمولی بشر سمجھ کر قرآن کے ترجمے بے دھڑک شروع کر دیئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا انکار بلکہ اس ذات

www.sirat-e-mustaqeem.com

کریم سے برابری کا دعوی شروع کر دیا۔

اب عوام جہلا یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ خواندہ، ناخواندہ، انگریزی تعلیم یافتہ لغت کی تھوڑی باتیں یاد کر کے بڑے دعوے سے قرآن کا ترجمہ کر رہا ہے اور جو کچھ اس کی ناقص سمجھ میں آتا ہے اسے وحی الٰہی سمجھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں روزانہ نئے نئے فرقے پیدا ہو رہے ہیں جو ایک دوسرے کو کافر، مشرک، مرتد اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

لطیفہ:

ایک اردو اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے دوران تقریر کہا کہ جس کو قرآن کا ترجمہ نہ آتا ہو وہ نماز ہی نہ پڑھے کہ جب عرضی دینے والے کو یہ خبر ہی نہیں کہ درخواست میں کیا لکھا ہے تو درخواست ہی بیکار ہے میں نے کہا کہ پھر عربی زبان میں نماز پڑھنے کی کیا ضرورت ہے موجودہ انجیلوں کی طرح قرآن کے اردو ترجمے اور اردو خلاصے بنالو، اس میں نماز پڑھ لیا کرو، رب تعالیٰ اردو جانتا ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

آج ہر بد مذہب ہر شخص کو قرآن کی طرف بلا رہا ہے کہ آؤ میرا دین قرآن سے ثابت ہے اسی پر فتن زمانہ کی خبر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی۔ اور ایسے دجالوں کا ذکر سرکار نے فرمایا تھا: یَدْعُوْنَ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وہ گمراہ گروہ ہر ایک کو قرآن کی طرف بلائے گا۔

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، باب فی قتال الخوارج، الحدیث ٤٧٦٥، ج٤، ص ٣٢٠، دار احیاء التراث العربی بیروت)

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا○ مسلمان اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر گونگے اندھے ہوکر نہیں گر پڑتے۔

(پ۱۹،الفرقان:۷۳)

کانپور میں ایک بدمذہب پیدا ہوا، مسمی عزیز احمد حسرت شاہ جس نے ماہوار رسالہ ''شحنۂ شریعت'' جاری کیا۔ اس میں بالالتزام لکھتا تھا کہ سارے نبی پہلے مشرک تھے، گنہگار تھے، معاذ اللہ بدکردار تھے، پھر توبہ کرکے اچھے بنے اور حسب ذیل آیات سے دلیل پکڑتا تھا کہ رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى○ (پ۱۶،طٰہٰ:۱۲۱) آدم علیہ السلام نے رب کی نافرمانی کی لہٰذا گمراہ ہوگئے۔ حضور علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى○ (پ۳۰،الضحی:۷) یعنی رب نے تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند، ستارے، سورج کو اپنا رب کہا، یہ شرک ہے۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ (پ۷،الانعام۷۸) حضرت آدم وحوا کے بارے میں فرمایا: جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَاۤ اٰتٰىهُمَا (پ۹،الاعراف:۱۹۰) ان دونوں نے اپنے بچہ میں رب کا شریک ٹھہرایا۔ یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ (پ۱۲،یوسف:۲۴) یقیناً زلیخا نے یوسف اور یوسف نے زلیخا کا قصد کرلیا اگر رب کی برہان نہ دیکھتے تو زنا کر بیٹھتے پھر لکھا کہ غیر عورت کو نظر بد سے دیکھنا اور برا ارادہ کرنا کتنا برا کام ہے جو یوسف علیہ السلام سے سرزد ہوا۔ داؤد علیہ السلام نے اوریا کی بیوی پر نظر کی اور اوریا کو قتل کروادیا۔ یہاں تک بکواس کی کہ آدم علیہ السلام اور ابلیس دونوں سے گناہ بھی ایک ہی طرح کا ہوا اور سزا بھی یکساں ملی کہ ابلیس سے کہا

www.sirat-e-mustaqeem.com

گیا:فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○ (پ ١٤،الحجر:٣٤) تو جنت سے نکل جا تو مردود ہے۔آدم علیہ السلام سے کہا گیا:قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج (پ ١،البقرۃ:٣٨) ہم نے کہا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔غرضیکہ دونوں کو دیس نکالے کی سزا دی ہاں پھر آدم علیہ السلام نے توبہ کر لی اور ابلیس نے توبہ نہ کی۔میں نے اس مرتد کو بہت سے جوابات دیئے مگر وہ یہ ہی کہتا رہا کہ میں قرآن پیش کر رہا ہوں کسی بزرگ،عالم،صوفی کے قول یا حدیث ماننے کو تیار نہیں۔آخر کار میں نے اسے کہا کہ بتا رب تعالیٰ بھی بے عیب ہے کہ نہیں؟ بولا:ہاں!وہ بالکل بے عیب ہے،میں نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے کہ خدا میں عیب بھی ہیں اور خدا چند ہیں۔خدا کے دادا بھی ہیں۔چنانچہ فرمایا ہے:وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ○ (پ٣،ال عمرٰن:٥٤) کفار نے فریب کیا اور خدا نے فریب کیا خدا اچھا فریب کرنے والا ہے۔معاذ اللہ!دوسرے مقام پر فرماتا ہے: يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ج (پ٥،النساء:١٤٢)۔یہ خدا کو دھوکا دیتے ہیں اور خدا انہیں دھوکا دیتا ہے۔دیکھو دھوکا،فریب دہی،نمبر ١ کے عیب ہیں مگر قرآن میں خدا کے لئے ثابت ہیں۔اور فرماتا ہے:وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا (پ٢٩،الجن:٣) ہمارے رب کا دادا بڑا خاندانی ہے۔خدا کا دادا ثابت ہوا۔اور فرماتا ہے:فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ○ (پ١٨،المؤمنون:١٤) اللہ برکت والا ہے جو تمام خالقوں سے اچھا ہے۔معلوم ہوا کہ خالق بہت سے ہیں۔جب ترجمہ لفظی پر ہی معاملہ ہے تو اب رب کے لئے کیا کہے گا؟ تب وہ خاموش ہوا ہم نے اس سے جو گفتگو کی وہ اپنی کتاب ''قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء'' میں لکھ دی ہے جو جاء الحق کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہو چکی ہے۔دیکھا آپ نے ان اندھا دھند ترجموں کا یہ نتیجہ ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوی نبوت کیا اور اپنی نبوت کے ثبوت میں قرآن ہی کو پیش کیا، کہا کہ قرآن کہتا ہے: اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ط (پ ۱۷، الحج: ۷۵) اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول پیغمبر چنتا رہے گا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر، رسول آتے ہی رہیں گے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ اندھا دھند ترجمے بے ایمانی کی جڑ ہیں۔ آنکھوں پر پٹی باندھ لو جو چاہو بکواس کرو اور قرآن سے ثابت کر دو۔ ابھی حال ہی میں ایک کتاب میری نظر سے گزری ہے ''جواہر القرآن'' جو کسی ملحد غلام اللہ خاں (اللہ کے غلام) نے لکھی ہے اس میں بھی اندھا دھند ترجمہ کیا گیا ہے بتوں کی آیات پیغمبروں پر، کفار کی آیتیں مسلمانوں پر بے دھڑک چسپاں کر کے مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا بھر کے علماء، صوفیاء، مومنین اور صالحین مشرک تھے اور مسلمان موحد صرف میں ہی ہوں یا میری ذریت۔ بخاری شریف جلد دوم میں باب باندھا ہے۔ بَابُ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِيْنَ خارجیوں اور بے دینوں کا باب وہاں ترجمہ باب میں فرمایا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نُزِلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان خارجیوں، ملحدوں کو اللہ کی مخلوق میں بدتر سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان بے دینوں نے ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کیا۔ (صحیح البخاری، کتاب استتابة المرتدین... الخ، تحت الباب قتل الخوارج والملحدین... الخ، ج ٤، ص ٣٨٠، دار الکتب العلمیة بیروت) یہ ہی طریقہ اس ملحد نے اختیار کیا ہے۔ غرضیکہ ترجمۂ قرآن بے دھڑک کرنا ہی ایسی بڑی بیماری ہے جس کا انجام ایمان کا صفایا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ترجمہ قرآن میں دشواریاں

قرآن شریف عربی زبان میں اترا، عربی زبان نہایت گہری زبان ہے۔ اولاً تو عربی زبان میں ایک لفظ کے کئی معنے آتے ہیں جیسے لفظ ''ولی'' کہ اس کے معنی ہیں دوست، قریب، مددگار، معبود، ہادی، وارث، والی، اور قرآن میں یہ لفظ ہر معنے میں استعمال ہوا ہے۔ اب اگر ایک مقام کے معنی دوسرے مقام پر جڑ دیئے جائیں تو بہت جگہ کفر لازم آجاوے گا پھر ایک ہی لفظ ایک معنی میں مختلف لفظوں کے ساتھ ملکر مختلف مضامین پیدا کرتا ہے مثلاً شہادت بمعنی گواہی اگر ''عَلٰی'' کے ساتھ آئے تو خلاف گواہی بتاتا ہے اور اگر ''لام'' کے ساتھ آئے تو موافق گواہی کے معنی دیتا ہے۔ لفظ ''قَالَ'' بمعنی کہا۔ اگر ''لام'' کے ساتھ آوے تو معنی ہوں گے اس سے کہا۔ اگر ''فِیْ'' کے ساتھ آوے تو معنی ہوں گے اس کے بارے میں کہا۔ اگر ''مِنْ'' کے ساتھ آوے تو معنی ہوں گے اس کی طرف سے کہا، ایسے ہی ''دعا'' کہ قرآن میں اس کے معنی پکارنا، بلانا، مانگنا اور پوجنا ہیں۔ جب مانگنے اور دعا کرنے کے معنی میں ہو تو اگر ''لام'' کے ساتھ آوے گا تو اس کے معنی ہوں گے اسے دعا دی اور جب ''عَلٰی'' کے ساتھ آوے تو معنی ہونگے اسے بددعا دی۔

اسی طرح عربی میں لام، مِنْ، عَنْ، ب، سب کے معنی ہیں ''سے'' لیکن ان کے موقع استعمال علیحدہ ہیں اگر اس کا فرق نہ کیا جائے تو معنی فاسد ہو جاتے ہیں پھر محاورۂ عرب، فصاحت و بلاغت وغیرہ سب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ علم کامل کے بغیر یہ نہیں ہوسکتا اور جب عوام کے ہاتھ یہ کام پہنچ جائے تو جو کچھ ترجمہ کا

www.sirat-e-mustaqeem.com

حشر ہوگا وہ ظاہر ہے۔اس لئے آج اس ترجمہ کی برکت سے مسلمانوں میں بہت فرقے بن گئے ہیں ۔ یہ مترجم حضرات اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ جو ان کے کیے ہوئے ترجمہ کو نہ مانے ،اسے مشرک مرتد ،کافر کہہ دیتے ہیں۔تمام علماء وصلحاء کو کافر سمجھ کر اسلام کو صرف اپنے میں محدود سمجھنے لگے ہیں، چنانچہ مولوی غلام اللہ خاں صاحب نے اپنی کتاب ''جواہر القرآن'' کے صفحہ ۱۴۱،۱۴۳ پر لکھا کہ جو کوئی نبی، ولی، پیر، فقیر کو مصیبتوں میں پکارے وہ کافر، مشرک ہے۔اس کا کوئی نکاح نہیں اور صفحہ ۱۵۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ اس قسم کی نذر نیاز شرک ہے۔اس کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے۔اس فتویٰ سے سارے مسلمان بلکہ خود دیوبندوں کے اکابر مشرک ہوگئے بلکہ خود مصنف صاحب کی بھی خیر نہیں وہ بھی اس کی زد سے نہیں بچے چنانچہ یہاں گجرات سے ایک صاحب نے تحریری استفتاء مولوی غلام اللہ خاں صاحب کی خدمت میں بذریعہ جوابی ڈاک بھیجا جس میں سوال کیا کہ آپ نے اپنی کتاب ''جواہر القرآن'' کے صفحات مذکورہ پر لکھا ہے کہ پیروں کے پکارنے والے کا نکاح کوئی نہیں اور نذر نیاز کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے آپ کے محترم دوست اور دیوبندیوں کے مقتداء عالم عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کے والد مولوی جلال شاہ صاحب ساکن دولتا نگر ضلع گجرات، اور سنا گیا ہے کہ آپ کے والدین بھی گیارہویں کھاتے تھے اور کھلاتے تھے ''ختم غوثیہ'' پڑھتے تھے جس میں یہ شعر موجود ہے ؎

امداد کن امداد کن از بحر غم آزاد کن　　در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

جلال شاہ کے عینی گواہ ایک نہیں دو نہیں بہت زیادہ موجود ہیں فرمایا جاوے کہ ان کا نکاح ٹوٹا تھا یا نہیں اور اگر نکاح ٹوٹ گیا تھا تو آپ..... کے کیسے ہوئے

www.sirat-e-mustaqeem.com

کیونکہ آپ اس ٹوٹے ہوئے نکاح کی اولاد ہیں نیز گیارہویں کا کھانا جب خنزیر کی طرح حرام ہوا تو جو کوئی اسے حلال جانے وہ مرتد ہوا اور مرتد کا نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے تو آپ دونوں بزرگوں کے والد صاحبان اسے حلال جان کر کھاتے کھلاتے تھے۔ اب آپ کے..... ہونے کی کیا صورت ہے بصورت دیگر آپ دونوں بزرگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ابھی تک نہیں ملا اور امید بھی نہیں کہ ملے کیونکہ عربی کا مقولہ ہے: مَنْ حَفَرَ لِاَخِیْہِ وَقَعَ فِیْہِ جو دوسرے کے گرنے کو گڑھا کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے دوسرے مسلمانوں کے نکاح تو بعد میں ٹوٹیں گے پہلے اپنے والدین کے نکاح کی خبر لیں۔ کوئی صاحب ان بزرگوں سے اس معمہ کو حل کرا دیں اور اس کا جواب دلوا دیں ہم مشکور ہوں گے۔

غرض کہ بے دھڑک ترجمے بڑی خرابیوں کی جڑ ہیں اس سے قادیانی، نیچری، چکڑالوی، غیر مقلد، وہابی، دیوبندی، مودودی، بابی، بہائی وغیرہ فرقے بنے۔ ان سب فرقوں کی جڑ خود ساختہ ترجمے ہیں اس بدتر حالت کو دیکھتے ہوئے میرے محترم دوست حضرت سید الحاج محمد معصوم شاہ صاحب قبلہ قادری جیلانی نے بارہا فرمائش کی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جو موجودہ ترجمۂ قرآن پڑھنے والوں کے لئے رہبر کا کام دے جس میں ایسے قواعد و اصطلاحات اور مسائل بیان کر دیئے جائیں جن کے مطالعہ سے ترجمہ پڑھنے والا دھوکا نہ کھائے چونکہ یہ کام بڑا تھا اور میں کثرت مشاغل کی وجہ سے بالکل فارغ نہ تھا اس لیے اس کام میں دیر لگتی رہی۔ اتفاقاً اس ماہ رمضان المبارک میں میرے محترم دوست قبلہ قاری الحاج احمد حسن صاحب خطیب عیدگاہ گجرات میرے پاس ''جواہر القرآن'' لائے اور فرمایا کہ آپ لوگ آرام کر رہے ہیں اور ملحدین اس طرح مسلمانوں کو ترجمے دکھا کر گمراہ کر رہے ہیں، تب میرے دل میں خیال پیدا ہوا

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ میں نے بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ٹکڑے کھائے ہیں، انہی کے نام پر پلا ہوں ان کے دروازے کا ادنیٰ چوکیدار ہوں اگر چوکیدار چور کو آتے دیکھ کر غفلت سے کام لے تو مجرم ہے اس وقت میرا خاموش رہنا واقعی جرم ہے، اللہ تعالیٰ کے کرم اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت پر بھروسا کر کے اس طرف توجہ کی۔ اس کتاب کے تین باب ہوں گے۔ پہلے باب میں قرآن کریم کی اصطلاحات بیان ہوں گی جس میں بتایا جاوے گا کہ قرآن کریم میں کون کون سا لفظ کس کس جگہ کس کس معنی میں آیا ہے۔ دوسرے باب میں قواعد قرآنیہ بیان ہوں گے جس میں ترجمۂ قرآن کرنے کے قاعدے عرض کیے جاویں گے جس سے ترجمہ میں غلطی نہ ہو۔ تیسرے باب میں کل مسائل قرآنیہ۔ اس باب میں وہ مسائل بھی بیان ہوں گے جو آج کل مختلف فیہ ہیں جن مسائل کی وجہ سے دیوبندی، وہابی، عام مسلمین کو مشرک و کافر کہتے ہیں انہیں صریح آیات سے ثابت کیا جاویگا تا کہ پتا لگے کہ یہ مسائل قرآن میں صراحۃً موجود ہیں اور مخالفین غلط ترجمہ سے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام "علم القرآن لترجمة الفرقان" رکھتا ہوں۔ اپنے رب کریم سے امید قبولیت ہے جو کوئی اس کتاب سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ گنہگار کے لئے دعا کرے کہ رب تعالیٰ اسے میرے گناہوں کا کفارہ اور توشۂ آخرت بنائے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

سرپرست: مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات (پاکستان)

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ، دوشنبہ مبارک

www.sirat-e-mustaqeem.com

مقدمہ

ترجمۂ قرآن سے پہلے اس قاعدے کو یاد رکھنا ضروری ہے۔

آیات قرآنیہ تین طرح کی ہیں بعض وہ جن کا مطلب عقل وفہم سے ورا ہے جس تک دماغوں کی رسائی نہیں انہیں ''متشابہات'' کہتے ہیں۔ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن کے معنی ہی سمجھ میں نہیں آتے جیسے الٓمٓ،حٰمٓ،الٓرٰ، وغیرہ انہیں ''مقطعات'' کہا جاتا ہے۔بعض وہ آیات ہیں جن کے معنی تو سمجھ میں آتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا مطلب کیا ہے کیونکہ ظاہری معنی بنتے نہیں جیسے

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط (پ ۱،البقرۃ:۱۱۵) تم جدھر منہ کرو ادھر اللہ کا وجہ (منہ) ہے۔

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج (پ۲٦،الفتح:۱۰) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قف (پ۸،الاعراف:٥٤) پھر رب نے عرش پر استوا فرمایا۔

''وجہ'' کے معنی چہرہ۔''ید'' کے معنی ہاتھ۔''استوا'' کے معنی برابر ہونا ہے مگر یہ چیزیں رب کی شان کے لائق نہیں؛ لہٰذا متشابہات میں سے ہیں اس قسم کی آیتوں پر ایمان لانا ضروری ہے مطلب بیان کرنا درست نہیں اور دوسری قسم کی آیات کو ''آیات صفات'' کہتے ہیں۔

بعض آیات وہ ہیں جو اس درجہ کی مخفی نہیں۔انہیں قرآنی اصطلاح میں ''محکمات'' کہتے ہیں۔قرآن کریم فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ	رب وہ ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری
مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ	اس کی کچھ آیات صفات معنی آرائی ہیں وہ
وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ	کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن
قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ	کے معنی میں اشتباہ ہے وہ لوگ جن کے دلوں
مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ	میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے
وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ	ہیں گمراہی چاہنے اور اس کے معنی ڈھونڈنے
(پ۳، آل عمرٰن:۷)	کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔

ان محکمات میں بعض آیات وہ ہیں جن کے معنی بالکل صاف وصریح ہیں۔ جن کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی جیسے قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ الخ۔ فرمادو وہ اللہ ایک ہے۔ انہیں نصوص قطعیہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض آیات وہ ہیں جن میں نہ تو متشابہات کی سی پوشیدگی ہے کہ ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکے نہ نصوص قطعیہ کی طرح ظہور ہے کہ تامل کرنا ہی نہ پڑے۔ اس قسم کی آیتوں میں تفسیر کی ضرورت ہے بغیر تفسیر کے صرف ترجمہ کبھی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی چار صورتیں ہیں۔ ''تفسیر قرآن بالقرآن'' کیونکہ خود قرآن بھی اپنی تفسیر کرتا ہے۔ پھر ''تفسیر قرآن بالحدیث'' کیونکہ قرآن کو جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ پھر ''تفسیر قرآن بالاجماع'' یعنی علماء کا جس مطلب پر اتفاق ہوا وہی درست ہے۔ پھر ''تفسیر قرآن باقوال مجتہدین'' ان تمام تفسیروں میں پہلی قسم کی تفسیر بہت مقدم ہے کیونکہ جب خود کلام فرمانے والا رب تعالیٰ ہی اپنے کلام کی تفسیر فرمادے تو اور طرف جانا ہرگز درست نہیں۔ اگر پچاس آیتوں میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

ایک مضمون کچھ اجمال کے ساتھ بیان ہوا ہو اور ایک آیت میں اس کی تفصیل کر دی گئی ہو تو یہ آیت ان پچاس آیتوں کی تفسیر ہوگی اور ان پچاس کا وہی مطلب ہوگا جو اس آیت نے بیان کیا۔ مثال سمجھو رب تعالیٰ نے بہت جگہ اہل کتاب کو مخاطب فرمایا ہے یا ان کا ذکر کیا ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (پ۳، آل عمرٰن: ٦٤)

فرمادو کہ اے کتاب والو آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔

اہل کتاب کا ذکر بہت جگہ ہے مگر پتا یہ نہ لگتا تھا کہ کتاب سے کونسی کتاب مراد ہے اور اہل کتاب کون لوگ ہیں کیونکہ قرآن کو بھی کتاب کہا گیا ہے اور باقی تمام انسانی اور رحمانی کتابوں کو بھی کتاب کہتے ہیں۔ ہم نے قرآن سے اس کی تفسیر پوچھی تو خود قرآن نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ (پ٤، آل عمرٰن: ١٨٦)

وہ لوگ جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے

اس آیت نے ان تمام آیتوں کی تفسیر فرمادی اور بتا دیا کہ اہل کتاب نہ ہندو، سکھ ہیں کہ ان کے پاس آسمانی کتاب ہی نہیں۔ نہ مسلمان مراد ہیں کیونکہ اس کتاب سے پہلی آسمانی کتابیں مراد ہیں صرف عیسائی، یہودی یعنی انجیل و توریت کے ماننے والے مراد ہیں اسی طرح قرآن شریف نے جگہ جگہ صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَاَنَّ هٰـذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ

یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔

(پ۸،الانعام:۱۵۳)

مگر ان آیات میں نہ بتایا کہ سیدھا راستہ کونسا ہے ہم نے قرآن سے پوچھا تو اس نے اس کی تفسیر کی ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

(پ۱،الفاتحۃ:۵۔۶)

اس آیت نے بتایا کہ قرآن میں جہاں کہیں سیدھا راستہ بولا گیا ہے اس سے وہ دین اور وہ مذہب مراد ہے جو اولیاء اللہ، علماء دین، صالحین کا مذہب ہو یعنی مذہب اہل سنت، نئے دین و مذہب ٹیڑھے راستہ ہیں اگرچہ اس مذہب کے بانی سارا قرآن ہی پڑھ کر ثابت کریں کہ یہ مذہب سچا ہے جیسے قادیانی، دیوبندی، شیعہ وغیرہ، اسی طرح قرآن شریف نے جگہ جگہ غیر اللہ کو پکارنے سے منع فرمایا اور پکارنے والے پر کفر و شرک کا فتوی دے دیا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ج فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ o (پ۱۱،یونس:۱۰۶) اور خدا کے سوا کسی ایسے کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پھر اگر تم نے ایسا کیا تو تم ظالموں میں سے ہو گے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ۲۶،الاحقاف:۵) اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو غیر خدا کو پکارتے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ (پ۲۵،حٰمٓ السجدۃ:۴۸) اور غائب ہوگئے ان سے وہ جنہیں پہلے یہ پکارتے تھے۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ○ (پ۲۲،فاطر:۱۳) تم خدا کے سوا جسے پکارتے ہو وہ چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

اس قسم کی بیسیوں آیات ہیں جن میں غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا گیا بلکہ پکارنے والوں کو مشرک کہا گیا اگر ان آیتوں کو مطلق رکھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ حاضر، غائب، زندہ، مردہ، کسی کو نہ پکارو لیکن یہ معنی خود قرآن کی دوسری آیات کے بھی خلاف ہیں اور عقل کے بھی۔ خود قرآن کریم نے فرمایا: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (پ۲۱،الاحزاب:۵) انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو۔

وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْ اُخْرٰىكُمْ (پ۴،ال عمران:۱۵۳) اور رسول تم کو پچھلی جماعت میں پکارتے تھے۔ ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ط (پ۳،البقرۃ:۲۶۰) اے ابراہیم پھر ان ذبح کئے ہوئے مردہ جانوروں کو پکارو وہ تم تک دوڑتے آئیں گے۔

اس قسم کی بیسیوں آیتیں ہیں جن میں زندوں اور مردوں کے پکارنے کا ذکر ہے۔ نیز ہم دن رات ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ نماز میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پکار کر سلام عرض کرتے ہیں۔ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

لہٰذا ضرورت پڑی کہ ہم قرآن شریف سے ہی پوچھیں کہ ممانعت کی آیتوں میں پکارنے سے کیا مراد ہے تو قرآن شریف نے اس کی تفسیر یوں فرمائی۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

رَبِّہٖ ط (پ۱۸،المؤمنون:۱۱۷) اور جو کوئی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا۔

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ○ (پ۲۹،الجن:۱۸) اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

ان آیتوں نے بتایا کہ جن آیتوں میں غیر خدا کو پکارنے سے روکا گیا ہے وہاں اسے خدا سمجھ کر پکارنا یا اللہ کے ساتھ ملا کر پکارنا مراد ہے یعنی پوجنا۔ لہٰذا ان آیتوں کی تفسیر سے تمام ممانعت کی آیتوں کا یہ مطلب ہوگا۔ اس تفسیر سے مطلب ایسا صاف ہوگیا کہ کسی قسم کا کوئی اعتراض پڑ سکتا ہی نہیں۔ نیز فرماتا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ	اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے
اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ	سوا انہیں پکارے جو اس کی قیامت تک
الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ ○	نہ سنے اور انہیں اسی کی پکار (پوجا) کی خبر
وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَھُمْ اَعْدَآءً	تک نہیں اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو
وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِھِمْ کٰفِرِیْنَ ○	وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی
(پ۲۶،الاحقاف:۵۔۶)	عبادت کے منکر ہو جائیں گے۔

اس آیت میں صاف طور پر پکارنے کو عبادت فرمایا کہ قیامت میں یہ بت ان مشرکوں کی عبادت یعنی اس پکار کے منکر ہو جائیں گے معلوم ہوا کہ پکارنے سے وہی پکارنا مراد ہے جو عبادت ہے، یعنی ''اِلٰہ'' سمجھ کر پکارنا۔ اس لئے عام مفسرین ممانعت کی آیات میں ''دعا'' کے معنی ''پوجا'' کرتے ہیں۔ جن وہابیوں نے ممانعت کی آیتوں میں دعا کے معنی پکار کئے اور پھر بات بنانے کے لئے اپنے گھر سے قیدیں لگائیں کہ پکارنے سے مراد ہے دور سے پکارنا، مافوق الاسباب پکار سننے کے عقیدے

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے پکارنا یا مردوں کو پکارنا بالکل غلط ہے۔اولاً تو اس لئے کہ یہ قیدیں قرآن نے کہیں نہیں لگائیں۔دوسرے اس لئے کہ یہ تفسیر خود قرآنی تفسیر کے خلاف ہے۔تیسرے اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مردہ کو بھی پکارا ہے اور دور سے سینکڑوں میل سے پکارا ہے اور وہ پکار سنی گئی ہے جیسا کہ باب مسائل قرآنیہ میں بیان ہوگا۔لہٰذا یہ تفسیر باطل ہے۔

تفسیر قرآن بالقرآن کی اور مثال سمجھو کہ رب تعالیٰ نے جگہ جگہ خدا کے سوا کو ولی ماننے سے منع فرمایا بلکہ فرمایا کہ جو کوئی غیر خدا کو ولی بنائے وہ گمراہ ہے، کافر ہے، مشرک ہے۔فرماتا ہے:

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍo (پ ۲۰،العنکبوت:۲۲)

تمہارا خدا کے سوا نہ کوئی ولی ہے اور نہ مددگار۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ج اِتَّخَذَتْ بَيْتًاط وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ (پ ۲۰،العنکبوت:۴۱)

ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور ولی بنائے مکڑی کی سی ہے جس نے جالا بنا اور بے شک سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہے۔

پھر فرماتا ہے:

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا	تو کیا سمجھ رکھا ہے ان کافروں نے
عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ط اِنَّآ	جنہوں نے میرے بندوں کو میرے سوا
اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًاo	ولی بنایا ہم نے کافروں کیلئے آگ تیار
(پ ۱۶،الکھف:۱۰۲)	کی ہوئی ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں ولی کے معنی دوست بھی ہیں اور مددگار بھی، مالک بھی وغیرہ۔ اگر ان آیات میں ولی کے معنی مددگار کئے جائیں اور کہا جائے کہ جو خدا کے سوا کسی کو مددگار سمجھے وہ مشرک اور کافر ہے تو نقل و عقل دونوں کے خلاف ہے نقل کے تو اس لئے کہ خود قرآن میں اللہ کے بندوں کے مددگار ہونے کا ذکر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ج وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا ○ (پ ٥، النسآء: ٧٥)

خداوندا ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی ولی اور مددگار مقرر فرما دے۔

فرماتا ہے:

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ج وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ○ (پ ٢٨، التحریم: ٤)

پس اپنے نبی کا مددگار اللہ اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

فرماتا ہے:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ○ (پ ٦، المائدۃ: ٥٥)

تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور وہ مومن بندے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرتے ہیں۔

فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (پ ١٠، التوبۃ: ٧١)

مومن مرد اور مومن عورتیں ان کے بعض بعض کے ولی ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس قسم کی بہت آیات ملیں گی۔

عقل کے خلاف اس لئے ہے کہ دنیا و دین کا قیام ایک دوسرے کی مدد پر ہی ہے، اگر امداد باہمی بند ہو جائے تو نہ دنیا آباد رہے نہ دین۔ پھر ایسی ضروری چیز کو رب شرک کیسے فرما سکتا ہے۔ آؤ اب اس ممانعت کی تفسیر قرآن کریم سے پوچھیں، جب قرآن کریم کی تحقیق کی تو پتا لگا کہ کسی کو ولی ماننا چار طرح کا ہے جن میں سے تین قسم کا ولی ماننا تو کفر و شرک ہے اور چوتھی قسم کا ولی ماننا عین ایمان ہے۔

﴿۱﴾ رب تعالیٰ کو کمزور جان کر کسی اور کو مددگار ماننا یعنی رب ہماری مدد نہیں کر سکتا ہے لہٰذا فلاں مددگار ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۝ (پ ۱۵، بنی اسرآءیل: ۱۱۱)

اور نہیں ہے اللہ کا کوئی ولی کمزوری کی بنا پر اور اس کی بڑائی بولو۔

﴿۲﴾ خدا کے مقابل کسی کو مددگار جاننا یعنی رب تعالیٰ عذاب دینا چاہے اور ولی بچالے۔ فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ (پ ۱۲، ھود: ۲۰)

یہ کفار خدا کو عاجز نہیں کر سکتے زمین میں اور نہ کوئی خدا کے مقابل ان کا ولی مددگار ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ۝ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۴۵)

خبردار! کفار ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط(پ۲۵،الشوری:٤٦)

اور ان کا کوئی ولی نہ ہوگا جو اللہ کے مقابل ان کی مدد کرے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ط وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝ (پ۲۱،الاحزاب:۱۷)

فرمادو! کہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر مہر فرمانا چاہے اور وہ اللہ کے مقابل کوئی ولی نہ پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ۝ (پ۵،النسآء:۵۲)

اور جس پر خدا لعنت کردے اس کا مددگار کوئی نہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِیٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ط (پ۲۵،الشوری:٤٤)

جسے اللہ گمراہ کردے اس کے بعد اس کا کوئی ولی نہیں۔

ان آیات میں خدا کے مقابل ولی، مددگار کا انکار کیا گیا ہے ان کے علاوہ اور بہت سی ایسی ہی آیات ہیں جن میں ولی کے یہ معنی ہیں۔

﴿۳﴾ کسی کو مددگار سمجھ کر پوجنا یعنی ولی بمعنی معبود۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط (پ ۲۳، الزمر: ۳)	اور جنہوں نے رب کے سوا اور ولی بنائے کہتے ہیں ہم تو انہیں نہیں پوجتے مگر اس لئے کہ ہمیں وہ اللہ سے قریب کر دیں۔
وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (پ ۱۹، الفرقان: ٦٨)	اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔

اس آیت میں ولی بمعنی معبود ہے اس لئے اس کے ساتھ عبادت کا ذکر ہے۔ یہ تین طرح کا ولی ماننا کفر و شرک ہے اور ایسا ولی ماننے والا مشرک و مرتد ہے چوتھی قسم کا ولی وہ کہ کسی کو اللہ کا بندہ سمجھ کر اللہ کے حکم سے اسے مددگار مانا جائے اور اس کی مدد کو رب تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھا جاوے یہ بالکل حق ہے جس کی آیات ابھی ابھی گزر چکیں۔

ان آیات نے تفسیر کر دی کہ ممانعت کی آیات میں پہلی تین قسم کے ولی مراد ہیں اور ثبوت اولیاء کی آیات میں چوتھی قسم کے ولی مراد ہیں۔ سبحان اللہ! اس قرآنی تفسیر سے کوئی اعتراض باقی نہ رہا لیکن وہابی جب اس تفسیر سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو اب ولی میں قید لگاتے ہیں کہ مافوق الاسباب کسی کو مددگار ماننا شرک ہے یہ تفسیر نہایت غلط ہے اولا تو اس لئے کہ مافوق الاسباب کی قیدان کے گھر سے لگی ہے۔ قرآن میں نہیں ہے دوسرے اس لیے کہ یہ تفسیر قرآن کے خلاف ہے جو ہم نے عرض کی تیسرے یہ کہ اللہ کے بندے مافوق الاسباب مدد کرتے ہیں۔ جس کی آیات باب مسائل قرآنیہ میں عرض ہوں گی غرضیکہ یہ تفسیر باطل ہے اور قرآنی تفسیر بالکل صحیح ہے یہ تفسیر قرآن بالقرآن کی چند مثالیں عرض کیں۔

تفسیر قرآن بالحدیث کی بہت سی مثالیں ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ۝

نماز قائم کرو زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

(پ ۱، البقرۃ: ۴۳)

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے تھے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡهِ سَبِیۡلًا ؕ

لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج ہے جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو

(پ ۴، ال عمرٰن: ۹۷)

اس کے علاوہ تمام احکام کی آیتیں تفصیل اور تفسیر چاہتی ہیں مگر قرآن کریم نے ان کی نہ مکمل تفسیر فرمائی نہ تفصیل۔ نماز کے اوقات، رکعات کی تعداد، زکوۃ کے نصاب اور خود زکوۃ کی تعداد اور شرائط، روزے کے فرائض وممنوعات، حج کے شرائط وارکان تفصیلاً نہ بتائے، ان آیات میں ہم حدیث کے محتاج ہوئے اور تمام تفاصیل وہاں سے معلوم کیں غرضیکہ تفصیل طلب آیات میں بغیر تفسیر کے ترجمہ بے فائدہ بلکہ خطرناک ہے اور تفسیر محض اپنی رائے سے نہیں ہوسکتی ہم اپنی اس کتاب میں ترجمہ کرنے کے قواعد، بعض ضروری قرآنی مسائل اور قرآن کریم کی کچھ ضروری اصطلاحیں بیان کریں گے مگر ہر چیز کی تفسیر خود قرآن شریف سے پیش کریں گے اگر تائید میں کوئی

www.sirat-e-mustaqeem.com

حدیث بھی پیش کی جاوے تو اسے بھی قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے گا کیونکہ آج کل اس طرز استدلال کو مسلمان بہت پسند کرتے ہیں اور اس سے زیادہ مانوس ہیں ضرورت زمانہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس پر قلم اٹھایا گیا ہے۔

پہلا باب

اصطلاحات قرآنیہ

قرآن شریف میں بعض الفاظ کسی خاص معنی میں استعمال فرمائے گئے ہیں کہ اگر اس کے علاوہ ان کے دوسرے معنی کیے جائیں تو قرآن کا مقصد بدل جاتا ہے یا فوت ہو جاتا ہے ان اصطلاحوں کو بہت یاد رکھنا چاہئے تاکہ ترجمہ میں دھوکا نہ ہو۔

ایمان

ایمان امن سے بنا ہے جس کے لغوی معنی امن دینا ہے اصطلاح شریعت میں ایمان عقائد کا نام ہے جن کے اختیار کرنے سے انسان دائمی عذاب سے بچ جاوے جیسے توحید، رسالت، حشر ونشر، فرشتے، جنت، دوزخ اور تقدیر کو ماننا وغیرہ وغیرہ جس کا کچھ ذکر اس آیت میں ہے۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف (پ۳، البقرۃ:۲۸۵)

سب مومن اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لیکن اصطلاح قرآن میں ایمان کی اصل جس پر تمام عقیدوں کا دارومدار ہے یہ ہے کہ بندہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دل سے اپنا حاکم مطلق مانے۔ اپنے کو ان کا غلام تسلیم کرے کہ مومن کے جان، مال، اولاد سب حضور کی ملک ہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سب مخلوق سے زیادہ ادب واحترام کرے۔ اگر اس کو مان لیا تو توحید اور کتب، فرشتے وغیرہ تمام ایمانیات کو مان لیا اور اگر اس کو نہ مانا تو اگرچہ توحید، فرشتے، حشر نشر، جنت ودوزخ سب کو مانے مگر قرآن کے فتوے سے وہ مومن نہیں بلکہ کافر ومشرک ہے۔ ابلیس پکا موحد، نمازی، ساجد تھا۔ فرشتے، قیامت، جنت ودوزخ سب کو مانتا تھا مگر رب تعالیٰ نے فرمایا: وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرۃ: ۳۴) شیطان کافروں میں سے ہے۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ نبی کی عظمت کا قائل نہ تھا۔ غرض ایمان کا مدار قرآن کے نزدیک عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ ان آیات میں یہی اصطلاح استعمال ہوئی۔

﴿۱﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پ ۵، النساء: ۶۵)

اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! یہ سارے توحید والے اور دیگر لوگ اس وقت تک مومن نہ ہونگے جب تک کہ تم کو اپنا حاکم نہ مانیں اپنے سارے اختلاف وجھگڑوں میں پھر تمہارے فیصلے سے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں اور رضا وتسلیم اختیار کریں۔

پتا چلا کہ صرف توحید کا ماننا ایمان نہیں اور تمام چیزوں کا ماننا ایمان نہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاکم ماننا ایمان ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ (پ ۱، البقرۃ:۸)

لوگوں میں بعض وہ (منافق) بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے مگر وہ مومن نہیں۔

دیکھو اکثر منافق یہودی تھے جو خدا کی ذات وصفات اور قیامت وغیرہ کو مانتے تھے مگر انہیں رب نے کافر فرمایا کیونکہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے تھے اس لیے انہوں نے اللہ کا اور قیامت کا نام تو لیا مگر حضور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام نہ لیا رب نے انہیں مومن نہیں مانا۔ فرماتا ہے:

﴿۳﴾ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ م وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ○ (پ ۲۸، المنٰفقون:۱)

جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

پتا چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فقط زبانی طور پر معمولی طریقہ سے مان لینے کا دعویٰ کر دینا مومن ہونے کیلئے کافی نہیں، انہیں دل سے ماننے کا نام ایمان ہے۔ سبحان اللہ! قول سچا مگر قائل جھوٹا کیونکہ یہاں دل کی گہرائیوں سے دیکھا جاتا ہے۔

ما دروں را بنگریم و حال را ما بروں را ننگریم و قال را

﴿۴﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط (پ ۲۲، الاحزاب:۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے سامنے مومن کو اپنی جان کے معاملات کا بھی اختیار نہیں، یہ آیت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح کرنے کو تیار نہ تھیں۔(التفسیر الکبیر،الجزء الخامس والعشرون،سورۃ الاحزاب،تحت الآیۃ ۳۶، ج۹،ص۱۶۹،دار احیاء التراث العربی بیروت) مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے نکاح ہوگیا۔ ہر مومن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام اور ہر مومنہ ان سرکار کی لونڈی ہے۔ یہ ہے حقیقت ایمان۔

﴿۵﴾ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ط (پ ۲۱،الاحزاب:۶)

نبی مومنوں کے ان کی جان سے بھی زیادہ مالک ہیں اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری جان سے بھی زیادہ ہمارے مالک ہوئے تو ہماری اولاد مال کے بدرجہ اولی مالک ہیں۔

﴿۶﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (پ۲۶،الحجرات:۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں ان نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو نہ ان کی بارگاہ میں ایسے چیخ کر بولو جیسے بعض بعض کیلئے خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

پتا چلا کہ ان کی تھوڑی سی بے ادبی کرنے سے نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں اور اعمال کی بربادی کفر وارتداد سے ہوتی ہے معلوم ہوا کہ ان کی ادنیٰ گستاخی کفر ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۷﴾ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ط

فرمادو کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

(پ ۱۰، التوبۃ ٦٥۔٦٦)

جن منافقین کا اس آیت میں ذکر ہے انہوں نے ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا مذاق اڑایا تھا کہ بھلا حضور کب روم پر غالب آسکتے ہیں اس گستاخی کو رب کی آیتوں کی گستاخی قرار دے کر ان کے کفر کا فتوی صادر فرمایا کس نے؟ کسی مولوی نے؟ نہیں! بلکہ خود اللہ جل شانہ نے۔

﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

اے ایمان والو! میرے پیغمبر سے راعنا نہ کہا کرو انظرنا کہا کرو خوب سن لو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(پ ۱، البقرۃ: ۱۰٤)

اس سے پتا لگا کہ جو کوئی توہین کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایسا لفظ بولے جس میں گستاخی کا شائبہ بھی نکلتا ہو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ (جیسے راعنا)

خلاصہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن میں ہر جگہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر پکارا، موحد یا نمازی یا مولوی یا فاضل دیوبند کہہ کر نہ پکارا تا کہ پتا لگے کہ رب تعالیٰ کی تمام نعمتیں ایمان سے ملتی ہیں اور ایمان کی حقیقت وہ ہے جو ان آیتوں میں بیان ہوئی یعنی غلامی سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ توحید نوٹ کا کاغذ ہے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

نبوت اس کی مہر جیسے نوٹ کی قیمت سرکاری مہر سے ہے اس کے بغیر وہ قیمتی نہیں اسی طرح ایمان کے نوٹ کی قیمت بازار قیامت میں جب ہی ہوگی جب اس پر حضور کے نام کی مہر لگی ہو۔ان سے منہ موڑ کر توحید کی کوئی قیمت نہیں اسی لئے کلمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ہے اور قبر میں توحید کا اقرار کرانے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پہچان ہے۔خیال رہے کہ حدیث وقرآن میں بھی مسلمانوں کو موحد نہ کہا گیا بلکہ مومن ہی سے خطاب فرمایا۔

اسلام

اسلام سلم سے بنا جن کے معنی ہیں صلح، جنگ کا مقابل۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا — اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس طرف جھک جاؤ۔ (پ ۱۰،الانفال:٦١)

لہٰذا اسلام کے معنی ہوئے صلح کرنا۔مگر عرف میں اسلام کے معنی اطاعت وفرمانبرداری ہے،قرآن شریف میں یہ لفظ کبھی تو ایمان کے معنی میں آتا ہے اور کبھی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کے لئے،ان آیات میں اسلام بمعنی ایمان ہے۔

﴿۱﴾ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف — پسندیدہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے (پ۳،ال عمرٰن:١٩)

﴿۲﴾ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ — اس رب نے تمہارا نام مسلم رکھا (پ۱۷،الحج:٧٨)

﴿۳﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ط — ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی لیکن وہ حنیف ایمان والے تھے۔ (پ۳،ال عمرٰن:٦٧)

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿٤﴾ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ ج بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o (پ٢٦،الحجرات:١٧)

فرمادو کہ تم مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ تمہیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم سچے ہو۔

﴿٥﴾ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَo (پ١٣،یوسف:١٠١)

مجھے مومن اٹھا اور صالحوں سے ملا۔

﴿٦﴾ وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقَاسِطُوْنَ ط فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًاo (پ٢٩،الجن:١٤)

اور ہم میں سے کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی تلاش کرلی۔

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات میں اسلام ایمان کے معنی میں ہے۔ لہٰذا جیسے ایمان کا دارومدار امت کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی غلامی پر ہے ایسے ہی اسلام کا مدار بھی اس سرکار کی غلامی پر ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کا منکر نہ مومن ہے نہ مسلمان جیسے شیطان نہ مومن ہے نہ مسلم بلکہ کافر ومشرک ہے۔

بعض آیات میں اسلام بمعنی اطاعت آیا ہے جیسے

﴿١﴾ لَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ٣،ال عمرٰن:٨٣)

اس اللہ کے فرمانبردار ہیں تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ۔

کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ (پ٢١،الروم:٢٦) ہر ایک اس کا مطیع ہے یعنی تکوینی احکام میں۔

یہاں "قانتین" نے "اسلم" کی تفسیر کردی کیونکہ ساری چیزیں رب تعالیٰ کی تکوینی امور میں مطیع تو ہیں مگر سب مومن نہیں بعض کافر بھی ہیں۔ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَّمِنكُمْ مُّؤْمِنٌ ط (پ۲۸،التغابن:۲)

﴿۲﴾ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط

(پ۲۶،الحجرات:۱۴)

اے منافقو! یہ نہ کہو کہ تم ایمان لے آئے بلکہ یوں کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کرلی اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

منافق مسلم بمعنی مطیع تو تھے مومن نہ تھے۔

﴿۳﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ o وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ o

(پ۲۳،الصّٰفّٰت:۱۰۳،۱۰۴)

توجب دونوں ابراہیم واسماعیل نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹادیا (ذبح کیلئے) اور ہم نے ندا کی اے ابراہیم

﴿۴﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

(پ۱،البقرۃ:۱۳۱)

جب فرمایا ابراہیم سے ان کے رب نے مطیع ہوجاؤ عرض کیا کہ میں اللہ رب العالمین کا فرمانبردار ہوا۔

ان دونوں آخری آیات میں اسلام کے معنی ایمان نہیں بن سکتے کیونکہ انبیاء پیدائشی مومن ہوتے ہیں ان کے ایمان لانے کے کیا معنی؟

ان آیات میں اسلام بمعنی اطاعت ہے۔ پہلی آیت میں تکوینی امور کی اطاعت مراد ہے جیسے بیماری، تندرستی، موت، زندگی وغیرہ۔ آخری دوسری دو آیات میں تشریعی احکام کی اطاعت مراد ہے لہٰذا منافق مومن نہ تھے مسلم تھے یعنی مجبوراً اسلامی قوانین کے مطیع ہوگئے تھے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

تقویٰ

قرآن کریم میں یہ لفظ بہت استعمال ہوا ہے بلکہ ایمان کے ساتھ تقویٰ کا اکثر حکم آتا ہے۔تقویٰ کے معنی ڈرنا بھی ہیں اور بچنا بھی اگر اس کا تعلق اللہ تعالیٰ یا قیامت کے دن سے ہو تو اس سے ڈرنا مراد ہوتا ہے کیونکہ رب سے اور قیامت سے کوئی نہیں بچ سکتا جیسے

﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ — اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو!

(پ۳،البقرۃ:۲۷۸)

﴿۲﴾ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا (پ۱،البقرۃ:۴۸) — اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی نفس کسی نفس کی طرف سے نہ بدلا دے گا۔

اور اگر تقویٰ کے ساتھ آگ یا گناہ کا ذکر ہو تو وہاں تقویٰ سے بچنا مراد ہوگا جیسے

﴿۳﴾ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ (پ۱،البقرۃ:۲۴) — اور اس آگ سے بچو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔

اگر تقوی کے بعد کسی چیز کا ذکر نہ ہو نہ رب تعالیٰ کا نہ دوزخ کا تو وہاں دونوں معنی یعنی ڈرنا اور بچنا درست ہیں جیسے

﴿۴﴾ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (پ۱،البقرۃ:۲۔۳) — ہدایت ہے ان پرہیز گاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

﴿۵﴾ فَاصْبِرْ ؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ (پ۱۲،ھود:۴۹) — پس صبر کرو بیشک انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قرآن کی اصطلاح میں تقوی کی دو قسمیں ہیں تقویٰ بدن اور تقویٰ دل

تقویٰ بدن کا مدار اطاعت خدا اور رسول پر ہے۔فرماتا ہے:

﴿۱﴾ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o (پ۸،الاعراف:۳۵)

تو جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ان پر نہ خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔

﴿۲﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ o (پ۱۱،یونس:۶۳)

ولی اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے۔

﴿۳﴾ اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا (پ۹،الانفال:۲۹)

اگر اللہ کی اطاعت کرو گے تو تمہارے لئے فرق بتادے گا۔

دلی تقوی کا دارومدار اس پر ہے کہ اللہ کے پیاروں بلکہ جس چیز کو ان سے نسبت ہو جاوے اس کی تعظیم وادب دل سے کرے۔تبرکات کا بے ادب دلی پرہیزگار نہیں ہوسکتا۔فرماتا ہے:

﴿۱﴾ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ o (پ۱۷،الحج:۳۲)

جو کوئی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کی پرہیزگاری سے ہے۔

﴿۲﴾ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط (پ۱۷،الحج:۳۰)

اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو اس کیلئے اس کے رب کے ہاں بہتری ہے۔

یہ بھی قرآن کریم ہی سے پوچھو کہ شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیاں کیا چیز ہیں۔فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ (پ ۲، البقرۃ:۱۵۸)

صفا اور مروہ پہاڑ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ اس پر گناہ نہیں کہ ان پہاڑوں کا طواف کرے۔

صفا اور مروہ وہ پہاڑ ہیں جن پر حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں سات بار چڑھیں اور اتریں۔ اس اللہ والی کے قدم پڑ جانے کی برکت سے یہ دونوں پہاڑ شعائر اللہ بن گئے اور تا قیامت حاجیوں پر اس پاک بی بی کی نقل اتارنے میں ان پر چڑھنا اور اترنا سات بار لازم ہو گیا۔ بزرگوں کے قدم لگ جانے سے وہ چیز شعائر اللہ بن جاتی ہے۔ فرماتا ہے:

﴿۴﴾ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (پ ۱، البقرۃ:۱۲۵)

تم لوگ مقام ابراہیم کو جاءِ نماز بناؤ۔

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظّمہ کی تعمیر کی وہ بھی حضرت خلیل علیہ السلام کی برکت سے شعائر اللہ بن گیا اور اس کی تعظیم ایسی لازم ہو گئی کہ طواف کے نفل اس کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہو گئے کہ سجدہ میں سر اس پتھر کے سامنے جھکے۔

جب بزرگوں کے قدم پڑ جانے سے صفا مروہ اور مقام ابراہیم شعائر اللہ بن گئے اور قابل تعظیم ہو گئے تو قبور انبیاء و اولیاء جس میں یہ حضرات دائمی قیام فرما ہیں یقیناً شعائر اللہ ہیں اور ان کی تعظیم لازم ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ط رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ط قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ○ (پ ۱۵، الکھف: ۲۱)

پس لوگ بولے کہ ان اصحاب کہف پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے اور وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔

اصحاب کہف کے غار پر جو ان کا آرام گاہ ہے گذشتہ مسلمانوں نے مسجد بنائی اور رب نے ان کے کام پر ناراضگی کا اظہار نہ کیا پتا لگا کہ وہ جگہ شعائر اللہ بن گئی جس کی تعظیم ضروری ہوگئی۔

﴿۶﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ (پ ۱۷، الحج: ۳۶)

اور قربانی کے جانور (ہدی) ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنائے تمہارے لئے ان میں خیر ہے۔

جو جانور قربانی کے لئے یا کعبہ معظّمہ کیلئے نامزد ہوجائے وہ شعائر اللہ ہے اس کا احترام چاہیے جیسے قرآن کا جزدان اور کعبہ کا غلاف اور زمزم کا پانی اور مکہ شریف کی زمین۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کو رب یا رب کے پیاروں سے نسبت ہے ان سب کی تعظیم ضروری ہے۔ فرماتا ہے:

﴿۷﴾ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ (پ ۳۰، البلد: ۱-۲)

میں اس شہر مکہ معظّمہ کی قسم فرماتا ہوں حالانکہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

﴿۸﴾ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ○ (پ ۳۰، التین: ۱-۳)

قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا پہاڑ کی اور اس امانت والے شہر مکہ شریف کی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۹﴾ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ (پ ۱، البقرۃ:۵۸)

اور بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے گھسو اور کہو معافی دے، ہم بخش دیں گے۔

طور سینا پہاڑ اور مکہ معظّمہ اس لئے عظمت والے بن گئے کہ طور کو کلیم اللہ سے اور مکہ معظّمہ کو حبیب اللہ علیہما السلام سے نسبت ہوگئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے پیاروں کی چیزیں شعائر اللہ ہیں جیسے قرآن شریف، خانہ کعبہ، صفا مروہ پہاڑ، مکہ معظّمہ، بیت المقدس، طور سینا، مقابر اولیاء اللہ وانبیاء کرام، آب زمزم وغیرہ اور شعائر اللہ کی تعظیم وتوقیر قرآنی فتوے سے دلی تقویٰ ہے جو کوئی نمازی روزہ دار تو ہو مگر اس کے دل میں تبرکات کی تعظیم نہ ہو وہ دلی پرہیزگار نہیں۔

ان آیات قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں تقویٰ کا ذکر ہے وہاں یہ تقویٰ دلی یعنی متبرک چیزوں کی تعظیم ضرور مراد ہے۔ یہ آیات کریمہ تقویٰ کی تمام آیات کی تفسیر ہیں۔ جہاں تقوی کا ذکر ہو وہاں یہ قید ضروری ہے۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ (پ ۲۶، الحجرات:۳)

بے شک جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ کے نزدیک پست کرتے ہیں یہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

معلوم ہوا کہ مجلس میں حضور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا احترام تقویٰ ہے۔ کیونکہ یہ بھی شعائر اللہ ہے اور شعائر اللہ کی حرمت دلی تقویٰ ہے۔ ایمان جڑ ہے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

تقوی اس کی شاخیں، پھل وہی کھا سکتا ہے جو ان دونوں کی حفاظت کرے۔ اسی طرح بخشش کے پھل اسی کو نصیب ہوں گے جو ایمان اور تقویٰ دونوں کا حامل ہو۔

کفر

کفر کے معنی چھپانا اور مٹانا ہے اسی لئے جرم کی شرعی سزا کو کفارہ کہتے ہیں کہ وہ گناہ کو مٹا دیتا ہے ایک دوا کا نام کافور ہے کہ وہ اپنی تیز خوشبو سے دوسری خوشبوؤں کو چھپا لیتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبٰٓئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۝ (پ ۵، النسآء: ۳۱)	اگر تم بڑے گناہوں سے بچو گے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ مٹا دیں گے اور تم کو اچھی جگہ میں داخل کریں گے

قرآن شریف میں یہ لفظ چند معنوں میں استعمال ہوا ہے ناشکری، انکار، اسلام سے نکل جانا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۝ (پ ۱۳، ابرٰھیم: ۷)	اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دیں گے اور اگر تم ناشکری کرو گے تو ہمارا عذاب سخت ہے
﴿۲﴾ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۝ (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۲)	میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو
﴿۳﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۝ (پ ۱۹، الشعرآء: ۱۹)	فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم نے اپنا وہ کام کیا جو کیا اور تم ناشکرے تھے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان آیات میں کفر بمعنی ناشکری ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ ۢبِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (پ۳،البقرۃ:۲۵۶)

پس جوکوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط گرہ پکڑلی۔

﴿۲﴾ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (پ۲۰،عنکبوت:۲۵)

اس دن تمہارے بعض بعض کا انکار کریں گے اور بعض بعض پر لعنت کریں گے۔

﴿۳﴾ وَكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ (پ۲۶،الاحقاف:۶)

یہ معبود ان باطلہ ان کی عبادت کے انکاری ہوجاویں گے۔

ان تمام آیات میں کفر بمعنی انکار ہے نہ کہ اسلام سے پھر جانا۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ (پ۳۰الکفرون:۱۔۲)

فرمادو کافرو میں تمہارے معبودوں کو نہیں پوجتا۔

﴿۲﴾ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ط (پ۳،البقرۃ:۲۵۸)

پس وہ کافر (نمرود) حیران رہ گیا۔

﴿۳﴾ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (پ۳،البقرۃ:۲۵۴)

اور کافر لوگ ظالم ہیں۔

﴿۴﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (پ۶،المآئدۃ:۱۷)

وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا، اللہ عیسی ابن مریم ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ط (پ ۱۰، التوبۃ:٦٦)
بہانے نہ بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے

﴿٦﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ط (پ۳، البقرۃ:۲۵۳)
ان میں سے بعض ایمان لے آئے بعض کافر رہے۔

ان جیسی اور بہت سی آیات میں کفر ایمان کا مقابل ہے جس کے معنی ہیں بے ایمان ہو جانا، اسلام سے نکل جانا۔ اس کفر میں ایمان کے مقابل تمام چیزیں معتبر ہوں گی یعنی جن چیزوں کا ماننا ایمان تھا ان میں سے کسی کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔ لہٰذا کفر کی صدہا قسمیں ہوں گی۔ خدا کا انکار کفر، اس کی توحید کا انکار یعنی شرک یہ بھی کفر، اسی طرح فرشتے، دوزخ و جنت، حشر نشر، نماز، روزہ، قرآن کی آیتیں، غرضیکہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں مختلف قسم کے کافروں کی تردید فرمائی گئی ہے جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ شرک کی بحث میں آوے گا۔

حقیقتِ کفر

جیسے کہ صدہا چیزوں کے ماننے کا نام ایمان تھا لیکن ان سب کا مدار صرف ایک چیز پر تھا یعنی پیغمبر کو ماننا کہ جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کما حقہ مان لیا۔ اس نے سب کچھ مان لیا۔ اسی طرح کفر کا مدار صرف ایک چیز پر ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار، ان کی عظمت کا انکار، ان کی شان اعلیٰ کا انکار، اصل کفر تو یہ ہے باقی تمام اس کی شاخیں ہیں مثلاً جو رب کی ذات یا صفات کا انکار کرتا ہے وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہے کہ حضور نے فرمایا: اللہ ایک ہے۔ یہ کہتا ہے کہ دو ہیں۔ اسی طرح نماز، روزہ وغیرہ کسی ایک کا انکار درحقیقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

www.sirat-e-mustaqeem.com

انکار ہے کہ وہ سرکار فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں فرض ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ نہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ادنی توہین، ان کی کسی شے کی توہین، قرآنی فتوے سے کفر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ج (پ٦، النسآء: ١٥٠۔١٥١)

اور وہ کفار کہتے ہیں کہ ہم پیغمبروں پر ایمان لائینگے اور بعض کا انکار کریں گے اور چاہتے ہیں کہ ایمان وکفر کے بیچ میں کوئی راہ نکالیں یہی لوگ یقیناً کافر ہیں

﴿۲﴾ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (پ١، البقرة: ١٠٤)

کافروں ہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (پ١٠، التوبة: ٦١)

اور جولوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان ہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی صرف کافر کو دردناک عذاب ہے اور صرف اسے دردناک عذاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دے۔ لہٰذا پتا لگا کہ صرف وہ ہی کافر ہے جو رسول کو ایذا دے اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت واحترام، خدمت، اطاعت کرے وہ سچا مومن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (پ١٠، الانفال: ٧٤)

اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ سچے مسلمان ہیں ان کیلئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ	کیا انہیں خبر نہیں کہ جو مخالفت کرے اللہ
وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا	اور اس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم
فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ ۝	کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔ یہ
(پ ۱۰، التوبۃ: ٦٣)	بڑی رسوائی ہے۔

بلکہ جس اچھے کام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا لحاظ نہ ہو بلکہ ان کی مخالفت ہو وہ کفر بن جاتا ہے اور جس برے کام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہو وہ ایمان بن جاتا ہے مسجد بنانا اچھا کام ہے لیکن منافقین نے جب مسجد ضرار حضور کی مخالفت کرنے کی نیت سے بنائی تو قرآن نے اسے کفر قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا	اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان
وَّكُفْرًا وَّتَفْرِیْقًا ۢ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	پہنچانے اور کفر کیلئے اور مسلمانوں میں
وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو
مِنْ قَبْلُ ؕ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۷)	پہلے سے اللہ اور رسول کا مخالف ہے۔

نماز توڑنا گناہ ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلانے پر نماز توڑنا گناہ نہیں ہے بلکہ عبادت ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ	اے ایمان والو اللہ رسول کا بلا وا قبول
وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ	کرو جب وہ تمہیں بلائیں اس لئے
(پ ۹، الانفال: ۲٤)	کہ وہ تمہیں زندگی بخشتے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر اونچی آواز کرنے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادنیٰ گستاخی کرنے کو قرآن نے کفر قرار دیا جس کی آیات ایمان کی بحث میں گزر چکیں۔ شیطان کے پاس عبادات کافی تھیں مگر جب اس نے آدم علیہ السلام کے متعلق کہا کہ

اَنَاخَیۡرٌ مِّنۡہُ ؕ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ ○ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡہَا فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ ○ (پ ۲۳، ص: ۷۶-۷۷)	میں ان سے اچھا ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے اور انہیں مٹی سے پیدا کیا رب نے فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردود ہو گیا۔

تو فوراً کافر ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا کہ جادو کرنے سے پہلے عرض کیا

قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِیَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّکُوۡنَ نَحۡنُ الۡمُلۡقِیۡنَ ○	عرض کیا کہ اے موسیٰ یا پہلے آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں۔

(پ ۹، الاعراف: ۱۱۵)

اس اجازت لینے کے ادب کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں ایک دن میں ایمان، کلیم اللہ کی صحابیت، تقویٰ، صبر، شہادت نصیب ہوئی۔ رب نے فرمایا:

فَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سَاجِدِیۡنَ ○	جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔

(پ ۱۹، الشعرآء: ٤٦)

یعنی خود سجدے میں نہیں گرے بلکہ رب کی طرف سے ڈال دیئے گئے۔ کافر کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب آجائے تو ان شاء اللہ مومن ہو جائے گا۔ اگر مومن کو بے ادبی کی بیماری ہو جائے تو اس کے ایمان چھوٹ جانے کا خطرہ ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

یوسف علیہ السلام کے بھائی قصور مند تھے مگر بے ادب نہ تھے آخر بخش دیئے گئے۔ قابیل یعنی آدم علیہ السلام کا بیٹا جرم کے ساتھ نبی کا گستاخ بھی تھا لہٰذا خاتمہ خراب ہوا۔

شرک

شرک کے لغوی معنی ہیں حصہ یا ساجھا۔ لہٰذا شریک کے معنی ہیں حصہ دار یا ساجھی۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ج (پ ۲۲، فاطر: ۴۰)
کیا ان بتوں کا ان آسمانوں میں حصہ ہے۔

﴿۲﴾ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ط (پ ۲۱، الروم: ۲۸)
کیا تمہارے مملوک غلاموں میں سے کوئی شریک ہے اس میں جو ہم نے تمہیں دیا ہے کہ تم اس میں برابر ہو ان غلاموں سے تم ایسا ڈر و جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو

﴿۳﴾ رَجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ط هَلْ يَسْتَوِيٰنِ (پ ۲۳، زمر: ۲۹)
ایک وہ غلام جس میں برابر کے چند شریک ہوں اور ایک وہ غلام جو ایک ہی آدمی کا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں

ان آیتوں میں شرک اور شریک لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی حصہ، ساجھا اور حصہ دار و ساجھی۔ لہٰذا شرک کے لغوی معنی ہیں کسی کو خدا کے برابر جاننا۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے۔ شرک بمعنی کفر ان آیات میں آیا:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج (پ ۵، النسآء: ۴۸)

اللہ تعالیٰ اس جرم کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے سوا جس کو چاہے بخش دے گا۔

﴿۲﴾ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰى یُؤْمِنُوْا ط (پ ۲، البقرۃ: ۲۲۱)

نکاح نہ کرو مشرکوں سے یہاں تک کہ ایمان لے آویں۔

﴿۳﴾ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (پ ۲، البقرۃ: ۲۲۱)

مومن غلام مشرک سے اچھا ہے۔

﴿۴﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِیْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ط (پ ۱۰، التوبۃ: ۱۷)

مشرکوں کو یہ حق نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں اپنے پر کفر کی گواہی دیتے ہوئے۔

ان آیات میں شرک سے مراد ہر کفر ہے کیونکہ کوئی بھی کفر بخشش کے لائق نہیں اور کسی کافر مرد سے مومنہ عورت کا نکاح جائز نہیں اور ہر مومن ہر کافر سے بہتر ہے خواہ مشرک ہو جیسے ہندو یا کوئی اور جیسے یہودی، پارسی، مجوسی۔

دوسرے معنی کا شرک یعنی کسی کو خدا کے برابر جاننا کفر سے خاص ہے کفر اس سے عام یعنی ہر شرک کفر ہے مگر ہر کفر شرک نہیں۔ جیسے ہر کوا کالا ہے مگر ہر کالا کوا نہیں۔ ہر سونا پیلا ہے مگر ہر پیلا سونا نہیں۔ لہٰذا دہریہ کافر ہے مشرک نہیں اور ہندو مشرک بھی ہے کافر بھی۔ قرآن شریف میں شرک اکثر اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے

﴿۱﴾ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا (پ ۹، الاعراف: ۱۹۰)

ان دونوں نے خدا کے برابر کر دیا اس نعمت میں جو رب تعالیٰ نے انہیں دی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَo — میں تمام برے دینوں سے بیزار ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ (پ۷،الانعام:۷۹)

﴿۳﴾ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌo — بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ (پ۲۱،لقمٰن:۱۳)

﴿۴﴾ وَمَایُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّاوَھُمْ مُّشْرِکُوْنَo — ان میں سے بہت سے لوگ اللہ پر ایمان نہیں لائے مگر وہ مشرک ہوتے ہیں۔ (پ۱۳،یوسف:۱۰۶)

ان جیسی صدہا آیتوں میں شرک اس معنی میں استعمال ہوا ہے بمعنی کسی کو خدا کے مساوی جاننا۔

شرک کی حقیقت

شرک کی حقیقت رب تعالیٰ سے مساوات پر ہے یعنی جب تک کسی کو رب کے برابر نہ جانا جائے تب تک شرک نہ ہوگا اسی لئے قیامت میں کفار اپنے بتوں سے کہیں گے۔

تَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍo — خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ تم کو رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ (پ۱۹،الشعرآء:۹۷)

اس برابر جاننے کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی کو خدا کا ہم جنس مانا جائے جیسے عیسائی عیسی علیہ السلام کو اور یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے چونکہ اولاد باپ کی ملک نہیں ہوتی بلکہ باپ کی ہم جنس اور مساوی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ماننے والا مشرک ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَالرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ ط بَلْ عِبَادٌمُّکْرَمُوْنَo — یہ لوگ بولے کہ اللہ نے بچے اختیار فرمائے پاکی ہے اس کے لئے بلکہ یہ اللہ کے عزت والے بندے ہیں۔ (پ۱۷،الانبیاء:۲۶)

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ِابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ (پ ۱۰،التوبۃ:۳۰)

یہودی بولے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی بولے کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

﴿۳﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ط اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ○ (پ ۲۵،الزخرف:۱۵)

بنادیا ان لوگوں نے اللہ کے لئے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا بے شک آدمی کھلا ناشکرا ہے۔

﴿۴﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ط اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ط (پ ۲۵،الزخرف:۱۹)

انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں ٹھہرایا کیا ان کے بناتے وقت یہ حاضر تھے۔

﴿۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِیْنَ ○ (پ ۲۵،الزخرف:۱۶)

کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں بنالیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔

﴿۶﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍ ۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ط (پ ۷،الانعام:۱۰۰)

اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو حالانکہ اس نے ان کو بنایا اور اس کیلئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں جہالت سے۔

﴿۷﴾ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰى ○ (پ ۲۷،النجم:۲۷)

یہ کفار فرشتوں کا نام عورتوں کا سا رکھتے تھے۔

ان جیسی بہت سی آیتوں میں اسی قسم کا شرک مراد ہے یعنی کسی کو رب کی اولاد ماننا دوسرے یہ کہ کسی کو رب تعالیٰ کی طرح خالق مانا جائے جیسے کہ بعض کفار عرب کا عقیدہ تھا کہ خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق دوسرا رب، اب بھی پارسی یہی مانتے ہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

خالق خیر کو ''یزداں'' اور خالق شر کو ''اہرمن'' کہتے ہیں۔ یہ وہی پرانا مشرکانہ عقیدہ ہے یا بعض کفار کہتے تھے کہ ہم اپنے برے اعمال کے خود خالق ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بری چیزوں کا پیدا کرنا برا ہے لہٰذا اس کا خالق کوئی اور چاہیے اس قسم کے مشرکوں کی تردید کے لئے یہ آیات آئیں۔ خیال رہے کہ بعض عیسائی تین خالقوں کے قائل تھے جن میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان تمام کی تردید میں حسب ذیل آیات ہیں۔

﴿۱﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ o (پ۲۳، الصافات:۹۶)
اللہ نے تم کو اور تمہارے سارے اعمال کو پیدا کیا۔

﴿۲﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ز وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌo (پ۲۴، الزمر:۶۲)
اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے۔

﴿۳﴾ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ (پ۲۹، الملک:۲)
اللہ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا۔

﴿۴﴾ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (پ۱۳، ابراھیم:۱۹)
اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔

﴿۴﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (پ۶، المآئدۃ:۱۷)
بے شک کافر ہو گئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔

﴿۵﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (پ۶، المآئدۃ:۷۳)
بے شک کافر ہو گئے وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿٦﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (پ١٧،الانبیآء:٢٢)

اگر زمین وآسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں بگڑ جاتے۔

﴿٧﴾ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ط (پ٢١،لقمٰن:١١)

یہ اللہ کی مخلوق ہے پس مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا اوروں نے کیا پیدا کیا۔

ان جیسی تمام آیتوں میں اسی قسم کے شرک کا ذکر ہے اور اسی کی تردید ہے۔ اگر یہ مشرک غیر خدا کو خالق نہ مانتے ہوتے تو ان سے یہ مطالبہ کرنا کہ ان معبودوں کی مخلوق دکھاؤ درست نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ خود زمانہ کو مؤثر مانا جائے اور خدا کی ہستی کا انکار کیا جائے جیسا کہ بعض مشرکین عرب کا عقیدہ تھا۔ موجودہ دہریہ انہی کی یادگار ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿١﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ج وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ج (پ٢٥،الجاثیۃ:٢٤)

وہ بولے وہ تو نہیں مگر یہ ہی ہماری دنیا کی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں۔

اس قسم کے دہریوں کی تردید کے لئے تمام وہ آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ عالم کی عجائبات میں غور کرو کہ ایسی حکمت والی چیزیں بغیر خالق کے نہیں ہوسکتیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾ یُغْشِی اللَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (پ۱۳، الرعد:۳)

ڈھکتا ہے رات سے دن کو اس میں نشانیاں ہیں فکر والوں کے لئے۔

﴿۲﴾ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○ (پ۴، ال عمران:۱۹۰)

بے شک آسمان وزمین کی پیدائش اور دن رات کے گھٹنے بڑھنے میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے۔

﴿۳﴾ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ○ وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (پ۲۶، الذریت:۲۰، ۲۱)

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے اور خود تمہاری ذاتوں میں ہیں تو تم دیکھتے کیوں نہیں۔

﴿۴﴾ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ○ وَاِلَی السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ ○ وَاِلَی الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ ○ وَاِلَی الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ ○ (پ۳۰، الغاشیۃ:۱۷۔۲۰)

کیا یہ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کہ کیسے پیدا کیا گیا اور آسمان کی طرف کہ کیسا اونچا کیا گیا اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے گاڑا گیا اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی۔

اس قسم کی بیسیوں آیات میں ان دہریوں کی تردید ہے۔

چوتھے یہ عقیدہ کہ خالق ہر چیز کا تو رب ہی ہے مگر وہ ایک بار پیدا کر کے تھک گیا، اب کسی کام کا نہیں رہا، اب اس کی خدائی کی چلانے والے یہ ہمارے معبود دین باطلہ ہیں۔ اس قسم کے مشرکین عجیب بکواس کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ چھ دن میں آسمان زمین پیدا ہوئے اور ساتواں دن اللہ نے آرام کا رکھا تھکن دور کرنے کو

www.sirat-e-mustaqeem.com

اب بھی وہ آرام ہی کر رہا ہے۔ چنانچہ فرقہ تعطیلیہ اسی قسم کے مشرکوں کی یادگار ہے۔ ان کی تردید ان آیات میں ہے:

﴿۱﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ق وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○ (پ ۲۶، قٓ: ۳۸)

اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دن میں بنایا اور ہم کو تھکن نہ آئی

﴿۲﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ○ (پ ۲۶، قٓ: ۱۵)

تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں۔

﴿۳﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ط (پ ۲۶، الاحقاف: ۳۳)

اور کیا ان لوگوں نے غور نہ کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور انہیں پیدا کر کے نہ تھکا وہ قادر اس پر بھی ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔

﴿۴﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (پ ۲۳، یٰسٓ: ۸۲)

اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

اس قسم کے مشرکوں کی تردید کیلئے اس جیسی کئی آیات ہیں جن میں فرمایا گیا کہ ہم کو عالم کے بنانے میں کسی قسم کی کوئی تھکاوٹ نہیں پہنچتی۔ اس قسم کے مشرک قیامت کے منکر اس لئے بھی تھے کہ وہ سمجھتے تھے ایک دفعہ دنیا پیدا فرما کر حق تعالیٰ کافی تھک چکا ہے اب دوبارہ کیسے بنا سکتا ہے۔ معاذ اللہ! اس لئے فرمایا گیا کہ ہم تو صرف

www.sirat-e-mustaqeem.com

"کُنْ" سے ہر چیز پیدا فرماتے ہیں تھکن کیسی؟ ہم دوبارہ پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں کہ اعادہ سے ایجاد مشکل ہے۔

شرک کی پانچویں قسم

یہ عقیدہ ہے کہ ہر ذرہ کا خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر وہ اتنے بڑے عالم کو اکیلا سنبھالنے پر قادر نہیں اس لئے اس نے مجبوراً اپنے بندوں میں سے بعض بندے عالم کے انتظام کے لئے چن لئے ہیں جیسے دنیاوی بادشاہ اور ان کے محکمے، اب یہ بندے جنہیں عالم کے انتظام میں دخیل بنایا گیا ہے وہ بندے ہونے کے باوجود رب تعالیٰ پر دھونس رکھتے ہیں کہ اگر ہماری شفاعت کریں تو رب کو مرعوب ہوکر ماننی پڑے اگر چاہیں تو ہماری بگڑی بنادیں، ہماری مشکل کشائی کردیں، جو وہ کہیں رب تعالیٰ کو ان کی ماننی پڑے ورنہ اس کا عالم بگڑ جاوے جیسے اسمبلی کے ممبر کہ اگرچہ وہ سب بادشاہ کی رعایا تو ہیں مگر ملکی انتظام میں ان کو ایسا دخل ہے کہ ملک ان سب کی تدبیر سے چل رہا ہے۔ یہ وہ شرک ہے جس میں عرب کے بہت سے مشرکین گرفتار تھے اور اپنے بت ودّ، یغوث، لات ومنات وعزیٰ وغیرہ کو رب کا بندہ مان کر اور سارے عالم کا رب تعالیٰ کو خالق مان کر مشرک تھے۔ اس عقیدے سے کسی کو پکارنا شرک، اس کی شفاعت ماننا شرک، اسے حاجت روا مشکل کشا ماننا شرک، اس کے سامنے جھکنا شرک، اس کی تعظیم کرنا شرک، غرضیکہ یہ برابری کا عقیدہ رکھ کر اس کے ساتھ جو تعظیم وتوقیر کا معاملہ کیا جاوے وہ شرک ہے۔ ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ (پ ۱۳، یوسف: ۱۰۶)

ان مشرکین میں سے بہت سے وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ خدا کو خالق، رازق مانتے ہوئے پھر مشرک ہیں، انہی پانچویں قسم کے مشرکین کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿۱﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

(پ ۲۱ العنکبوت: ٦١)

اگر آپ ان مشرکوں سے پوچھیں کہ کس نے آسمان و زمین پیدا کئے اور کام میں لگائے سورج اور چاند تو وہ کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ کہ کیوں بھولے جاتے ہیں۔

﴿۲﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝

(پ ۱۸ المؤمنون: ۸۸۔۸۹)

فرمادو کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے قبضے میں ہے جو پناہ دیتا ہے اور پناہ نہیں دیا جاتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو تو کہیں گے اللہ ہی کی ہے کہو پھر کہاں تم پر جادو پڑا جاتا ہے۔

﴿۳﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ (پ ۲۵، الزخرف: ۹)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے تو کہیں گے کہ انہیں غالب جاننے والے اللہ نے پیدا کیا ہے۔

﴿٤﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

(پ ۱۸، المؤمنون: ۸٤۔۸۵)

فرماؤ کس کی ہے زمین اور اس کی چیزیں اگر تم جانتے ہو تو کہیں گے اللہ کی فرماؤ کہ تم نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِo سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ط قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَo

(پ۱۸،المؤمنون:۸۶۔۸۷)

فرماؤ کہ سات آسمان اور بڑے عرش کا رب کون ہے؟ تو کہیں گے اللہ کا ہے فرماؤ کہ تم ڈرتے کیوں نہیں۔

﴿۶﴾ قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ط فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ج فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَo

(پ۱۱،یونس:۳۱)

فرماؤ تمہیں آسمان وزمین سے رزق کون دیتا ہے یا کان آنکھ کا کون مالک ہے اور کون زندے کو مردے سے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے تو کہیں گے اللہ! فرماؤ تو تم ڈرتے کیوں نہیں؟

﴿۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ج فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَo(پ۲۱،العنکبوت:۶۱)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے سورج وچاند تابعدار کیا تو کہیں گے اللہ نے تو فرماؤ تم کدھر پھرے جاتے ہو۔

﴿۸﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط

(پ۲۱،العنکبوت:۶۳)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا پس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کیا تو کہیں گے اللہ نے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا کہ یہ پانچویں قسم کے مشرک اللہ تعالیٰ کو سب کا خالق، مالک، زندہ کرنے والا، مارنے والا، پناہ دینے والا, عالم کا مدبر مانتے تھے مگر پھر مشرک تھے یعنی ذات، صفات کا اقرار کرنے کے باوجود مشرک رہے کیوں؟ یہ بھی قرآن سے پوچھئے۔ قرآن فرماتا ہے کہ ان عقائد کے باوجود وہ دو سبب سے مشرک تھے ایک یہ کہ وہ صرف خدا کو عالم کا مالک نہیں مانتے تھے بلکہ اللہ کو بھی اور دوسرے اپنے معبودوں کو بھی۔ یہاں "لِلّٰہ" میں لام ملکیت کا ہے یعنی وہ اللہ کی ملکیت مانتے تھے مگر اکیلے کی نہیں بلکہ ساتھ ہی دوسرے معبودوں کی بھی، اسی لیے وہ یہ نہ کہتے تھے کہ ملکیت وقبضہ صرف اللہ کا ہے، اوروں کا نہیں بلکہ وہ کہتے تھے اللہ کا بھی ہے اور دوسروں کا بھی، دوسرے اسلئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ اکیلا یہ کام نہیں کرتا بلکہ ہمارے بتوں کی مدد سے کرتا ہے۔ خود مجبور ہے اسی لئے ان دونوں عقیدوں کی تردید کے لئے حسب ذیل آیات ہیں:

﴿۱﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا (پ ۱۵، بنی اسرآءیل: ۱۱۱)

اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے لئے اولاد نہ بنائی اور نہ اس کے ملک میں کوئی شریک ہے اور نہ کوئی کمزوری کی وجہ سے اس کا ولی مددگار ہے تو اس کی بڑائی بولو۔

اگر یہ مشرکین ملک اور قبضہ میں خدا کے سوا کسی کو شریک نہیں مانتے تھے تو یہ تردید کس کی ہو رہی ہے اور کس سے یہ کلام ہو رہا ہے۔

فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍo اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَo (پ۱۹، الشعرآء:۹۷۔۹۸)

دوزخ میں مشرکین اپنے بتوں سے کہیں گے اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ کیونکہ ہم تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے۔

یہ مشرک مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا خالق، مالک بلا شرکت غیر کے مانتے تھے تو برابری کرنے کے کیا معنی ہیں، فرماتا ہے:

﴿۳﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا یُصْحَبُوْنَ (پ۱۷، الانبیآء:۴۳)

کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہم سے بچاتے ہیں وہ اپنی جانوں کو نہیں بچا سکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی کوئی یاری ہو۔

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید کی ہے کہ ہمارے معبود ہمیں خدا سے مقابلہ کر کے بچا سکتے ہیں:

﴿۴﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَعْقِلُوْنَo قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا (پ۲۴، الزمر:۴۳، ۴۴)

بلکہ انہوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں فرما دو کہ کیا اگر چہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں فرما دو ساری شفاعتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اس آیت میں مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ ہمارے معبود بغیر اذن الٰہی دھونس کی شفاعت کر کے ہمیں اس کے غضب سے بچا سکتے ہیں اسی لئے اس جگہ بتوں کے مالک نہ ہونے اور رب کی ملکیت کا ذکر ہے یعنی ملک میں شریک ہونے کی وجہ سے اس کے ہاں کوئی شفیع نہیں ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (پ ۱۱، یونس:۱۸)

اور پوجتے ہیں وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو جو نہ انہیں نقصان دیں نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شفیع ہیں اللہ کے نزدیک۔

اس آیت میں بھی مشرکین کے اسی عقیدے کی تردید ہے کہ ہمارے بت دھونس کی شفاعت کریں گے کیونکہ وہ رب تعالیٰ کے ساتھ اس کی مِلک میں اور عالم کا کام چلانے میں شریک ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عرب کا شرک ایک ہی طرح کا نہ تھا بلکہ اس کی پانچ صورتیں تھیں:

﴿۱﴾ خالق کا انکار اور زمانہ کو مؤثر ماننا ﴿۲﴾ چند مستقل خالق ماننا ﴿۳﴾ اللہ کو ایک مان کر اس کی اولاد ماننا ﴿۴﴾ اللہ کو ایک مان کر اسے تھکن کی وجہ سے معطل ماننا ﴿۵﴾ اللہ کو خالق و مالک مان کر اسے دوسرے کا محتاج ماننا، جیسے اسمبلی کے ممبر، شاہان موجودہ کیلئے اور انہیں ملکیت اور خدائی میں دخیل ماننا۔ ان پانچ کے سوا اور چھٹی قسم کا شرک ثابت نہیں۔

ان پانچ قسم کے مشرکین کے لئے پانچ ہی قسم کی تردیدیں قرآن میں آئی ہیں جن پانچوں کا ذکر سورہ اخلاص میں اس طرح ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ میں دہریوں کا رد کہ اللہ عالم کا خالق ہے۔ اَحَدٌ میں ان مشرکوں کا رد جو عالم کے دو خالق مستقل مانتے تھے تاکہ عالم کا کام چلے۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ میں ان مشرکین کا رد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت عزیر علیہ السلام کو رب تعالیٰ کا بیٹا یا فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

تھے۔وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ میں ان لوگوں کا رد جو خالق کو تھکا ہوا مان کر مدبر عالم اوروں کو مانتے تھے۔

﴿۱﴾ **اعتراض:** مشرکین عرب بھی اپنے بتوں کو خدا کے ہاں سفارشی اور خدا رسی کا وسیلہ مانتے تھے اور مسلمان بھی نبیوں، ولیوں کو شفیع اور وسیلہ مانتے ہیں تو وہ کیوں مشرک ہوگئے اور یہ کیوں مومن رہے؟ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: دو طرح فرق ہے کہ مشرکین خدا کے دشمنوں یعنی بتوں وغیرہ کو سفارشی اور وسیلہ سمجھتے تھے جو کہ واقعہ میں ایسے نہ تھے اور مومنین اللہ کے محبوبوں کو شفیع اور وسیلہ سمجھتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہوئے اور یہ مومن رہے جیسے گنگا کے پانی اور بت کے پتھر کی تعظیم، ہولی، دیوالی، بنارس، کاشی کی تعظیم شرک ہے مگر آب زمزم، مقام ابراہیم، رمضان، محرم، مکہ معظّمہ، مدینہ طیبہ کی تعظیم ایمان ہے۔ حالانکہ زمزم اور گنگا جل دونوں پانی ہیں۔ مقام ابراہیم اور سنگ اسود۔ اور بت کا پتھر دونوں پتھر ہیں وغیرہ وغیرہ، دوسرے یہ کہ وہ اپنے معبودوں کو خدا کے مقابل دھونس کا شفیع مانتے تھے اور جبری وسیلہ مانتے تھے، مومن انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کو محض بندہ محض اعزازی طور پر خدا کے اذن وعطا سے شفیع یا وسیلہ مانتے ہیں۔ اذن اور مقابلہ ایمان وکفر کا معیار ہے۔

﴿۲﴾ **اعتراض:** مشرکین عرب کا شرک صرف اس لئے تھا کہ وہ مخلوق کو فریادرس، مشکل کشا، شفیع، حاجت روا، دور سے پکار سننے والا، عالم غیب، وسیلہ مانتے تھے وہ اپنے بتوں کو خالق، مالک، رازق، قابض موت وحیات بخشنے والا نہیں مانتے تھے۔ اللہ کا بندہ مان کر یہ پانچ باتیں ان میں ثابت کرتے تھے قرآن کے فتوے سے وہ مشرک

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوئے۔لہٰذا موجودہ مسلمان جو نبیوں علیہم السلام، ولیوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے لئے یہ مذکورہ بالا چیزیں ثابت کرتے ہیں وہ انہیں کی طرح مشرک ہیں اگر چہ انہیں خدا کا بندہ مان کر ہی کریں چونکہ یہ کام مافوق الاسباب مخلوق کے لئے ثابت کرتے تھے، مشرک ہوئے۔

جواب : یہ محض غلط اور قرآن کریم پر افترا ہے۔جب تک رب تعالیٰ کے ساتھ بندے کو برابر نہ مانا جاوے، شرک نہیں ہوسکتا۔وہ بتوں کو رب تعالیٰ کے مقابل ان صفتوں سے موصوف کرتے تھے۔مومن رب تعالیٰ کے اذن سے انہیں محض اللہ کا بندہ جان کر مانتا ہے لہٰذا وہ مومن ہے۔ان اللہ کے بندوں کے لئے یہ صفات قرآن کریم سے ثابت ہیں، قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں باذن الٰہی مردوں کو زندہ، اندھوں، کوڑھیوں کو اچھا کرسکتا ہوں، میں باذن الٰہی ہی مٹی کی شکل میں پھونک مار کر پرندہ بنا سکتا ہوں جو کچھ تم گھر میں کھاؤ یا بچاؤ بتا سکتا ہوں ۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قمیص میرے والد کی آنکھوں پر لگا دو۔انہیں آرام ہوگا، جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں بیٹا دوں گا۔ان تمام میں مافوق الاسباب مشکل کشائی حاجت روائی علم غیب سب کچھ آ گیا۔حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے بے جان بچھڑے میں جان ڈال دی، یہ مافوق الاسباب زندگی دینا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء دم میں لاٹھی اور دم میں زندہ سانپ بن جاتا تھا آپ کے ہاتھ کی برکت سے، حضرت آصف آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس یمن سے شام میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

لے آئے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان بیٹھے ہوئے یوسف علیہ السلام کو سات قفلوں سے بند مقفل کوٹھڑی میں برے ارادے سے بچایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے روحوں کو حج کیلئے پکارا اور تا قیامت آنے والی روحوں نے سن لیا یہ تمام معجزات قرآن کریم سے ثابت ہیں جن کی آیات ان شاء اللہ باب احکام قرآنی میں پیش کی جائیں گی۔ یہ تو سب شرک ہوگئیں بلکہ معجزات اور کرامات تو کہتے ہی انہیں ہیں جو اسباب سے ورا ہو۔ اگر مافوق الاسباب تصرف ماننا شرک ہوجاوے تو ہر معجزہ وکرامت ماننا شرک ہوگا۔ ایسا شرک ہم کو مبارک رہے جو قرآن کریم سے ثابت ہو اور سارے انبیاء واولیاء کا عقیدہ ہو۔

فرق وہی ہے کہ باذن اللہ یہ چیزیں بندوں کو ثابت ہیں اور رب کے مقابل ماننا شرک ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کے معجزات اور کرامات تو ہیں ہی۔ ایک ملک الموت اور ان کے عملہ کے فرشتے سارے عالم کو بیک وقت دیکھتے ہیں اور ہر جگہ بیک وقت تصرف کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (پ۲۱، السجدۃ:۱۱)
فرمادو کہ تم سب کو موت کا فرشتہ موت دیگا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

﴿۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ (پ۸، الاعراف:۳۷)
یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے قاصد آئینگے انہیں موت دینے

ابلیس ملعون کو یہ قوت دی گئی ہے کہ وہ گمراہ کرنے کیلئے تمام کو بیک وقت دیکھتا ہے وہ بھی اور اس کی ذریت بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾ اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (پ۸،الاعراف:۲۷) وہ شیطان اوراس کا قبیلہ تم سب کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

جوفرشتے قبر میں سوال وجواب کرتے ہیں، جوفرشتہ ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے، وہ سب جہان پر نظر رکھتے ہیں کیونکہ بغیر اس قوت کے وہ اتنا بڑا انتظام کر سکتے ہی نہیں اور تمام کام مافوق الاسباب ہیں۔ جواہر القرآن کے اس فتوے سے اسلامی عقائد شرک ہوگئے۔فرق وہ ہی ہے جو عرض کیا گیا کہ رب کے مقابل یہ قوت ماننا شرک ہے اور رب کے خدام اور بندوں میں باذن الٰہی رب کی عطا سے یہ طاقتیں ماننا عین ایمان ہے۔

بدعت

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں دین میں نیا کام جوثواب کیلئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلاف دین ہوتو حرام ہے اور اگر اس کے خلاف نہ ہوتو درست یہ دونوں معنی قرآن شریف میں استعمال ہوئے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿۱﴾ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (پ۱،البقرۃ:۱۱۷) وہ اللہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد فرمانے والا ہے۔

﴿۲﴾ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (پ۲۶،الاحقاف:۹) فرمادو کہ میں انوکھا رسول نہیں ہوں۔

ان دونوں آیتوں میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی انوکھا نیا رب تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِیَّةَ ۟ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(پ ۲۷، الحدید: ۲۷)

اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیروؤں کے دل میں ہم نے نرمی اور رحمت رکھی اور ترک دنیا یہ بات جو انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔ ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا تو ان کے مومنوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے رہبانیت اور تارک الدنیا ہونا اپنی طرف سے ایجاد کیا۔ رب تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم نہ دیا۔ بدعت حسنہ کے طور پر انہوں نے یہ عبادت ایجاد کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بدعت کا ثواب دیا مگر جو اسے نباہ نہ سکے یا جو ایمان سے پھر گئے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے معلوم ہوا کہ دین میں نئی بدعتیں ایجاد کرنا جو دین کے خلاف نہ ہوں ثواب کا باعث ہیں مگر انہیں ہمیشہ کرنا چاہیے جیسے چھ کلمے، نماز میں زبان سے نیت، قرآن کے رکوع وغیرہ، علم حدیث، محفل میلاد شریف، اور ختم بزرگان، کہ یہ دینی چیزیں اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایجاد ہوئیں مگر چونکہ دین کے خلاف نہیں اور ان سے دینی فائدہ ہے لہٰذا باعث ثواب ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے بہت ثواب ہوگا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

الٰہ

قرآن شریف کی اصطلاحوں میں سے ایک اصطلاح لفظ الٰہ بھی ہے اس کی پہچان مسلمان کے لئے بہت ہی ضروری ہے کیونکہ کلمہ میں اسی کا ذکر ہے: لا الـــہ الا اللّٰہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں نماز شروع کرتے ہی پڑھتے ہیں: لااله غيرك یا اللہ! تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں غرضیکہ ایمان اور نماز بلکہ سارے اعمال اسی کی پہچان پر موقوف ہیں اگر ہمیں الٰہ کی خبر نہ ہو تو دوسروں سے نفی کس چیز کی کریں گے اور رب تعالیٰ کیلئے ثبوت کس چیز کا کرینگے غرضیکہ اس کی معرفت بہت اہم ہے۔

الٰہ کے متعلق ہم تین چیزیں عرض کرتے ہیں:

﴿۱﴾ الٰہ کے معنی وہابیوں نے کیا سمجھے اور اس میں کیا غلطی کی ﴿۲﴾ الٰہ ہونے کی پہچان شریعت اور قرآن میں کیا ہے یعنی کیسے پہچانیں کہ الٰہ حق کون ہے اور الٰہ باطل کون ﴿۳﴾ الوہیت کا مدار کس چیز پر ہے یعنی وہ کونسی صفات ہیں جن کے مان لینے سے اسے الٰہ ماننا پڑتا ہے۔ ان تینوں باتوں کو بہت غور سے سوچنا چاہیے۔

﴿۱﴾ وہابیوں نے الٰہ کا مدار دو چیزوں پر سمجھا ہے علم غیب اور مافوق الاسباب حاجات میں تصرف یعنی جس کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ وہ غیب کی بات جان لیتا ہے یا وہ بغیر ظاہری اسباب کے عالم میں تصرف یعنی عملدرآمد کرتا ہے حاجتیں پوری اور مشکلیں حل کرتا ہے وہی الٰہ ہے، دیکھو جواہر القرآن صفحہ ۱۱۲ (قانون لفظ الہ) مصنفہ مولوی غلام اللہ خاں صاحب۔

اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ عام مسلمان انبیاء علیہم السلام، اولیاء رحمہم اللہ کو عالم

www.sirat-e-mustaqeem.com

غیب بھی مانتے ہیں اور مافوق الاسباب متصرف بھی لہٰذا یہ لوگ کلمہ کے ہی منکر ہیں اور مشرک ہیں۔

لیکن یہ معنی بالکل غلط قرآن کے خلاف، خود وہابیہ کے عقیدوں کے خلاف، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عام مسلمین کے عقائد کے خلاف ہیں، اس لئے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرشتے باذن پروردگار عالم میں تصرف کرتے ہیں کوئی زندوں کو مردہ کرتا ہے (ملک الموت) کوئی ماں کے پیٹ میں بچہ بناتا ہے کوئی بارش برساتا ہے کوئی حساب قبر لیتا ہے اور یہ سارے کام مافوق اسباب ہیں۔ تو وہابیہ کے نزدیک یہ سارے الٰہ ہو گئے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام مافوق اسباب حاجتیں پوری کرتے ہیں مشکلیں حل کرتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اندھوں، کوڑھوں کو اچھا اور مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ یوسف علیہ السلام اپنی قمیص سے باذن پروردگار نابینا آنکھ کو بینا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ، یہ سب الٰہ ٹھہرے اور ان کا ماننے والا لا الٰہ الا اللّٰہ کا منکر ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھر میں کھائی بچائی چیزوں کی خبریں دیتے تھے۔ آصف برخیا تخت بلقیس آن کی آن میں شام میں لے آتے ہیں یہ بھی الٰہ ہوئے۔ غرضیکہ اس تعریف سے کوئی قرآن ماننے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ شاید جواہر القرآن والے نے یہ تعریف سوتے میں لکھی ہے یا نشہ میں۔

مذکورہ بالا امور کی آیات ان شاء اللہ تیسرے باب میں پیش ہوں گی۔

﴿۲﴾ الٰہ برحق کی بڑی پہچان صرف یہ ہے کہ جس کو نبی کی زبان الٰہ کہے، وہ الٰہ برحق ہے اور جس کی الوہیت کا پیغمبر انکار کریں وہ الٰہ باطل ہے۔ تمام کافروں نے سورج، چاند، ستاروں، پتھروں کو الٰہ کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا انکار کیا سارے

www.sirat-e-mustaqeem.com

جھوٹے اور نبی سچے، رب تعالیٰ کی الوہیت کا سارے فرعونیوں نے انکار کیا کلیم اللہ صلوۃ اللہ علیہ وسلامہ نے اقرار کیا۔ سارے فرعونی جھوٹے اور موسیٰ علیہ السلام سچے الٰہ کی پہچان اس سے اعلیٰ ناممکن ہے نبی الٰہ کی دلیل مطلق اور برہان ناطق ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

﴿۱﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدِیْنَ ۝ پس جادوگر سجدے میں ڈال دیئے گئے وہ
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰی بولے کہ ہم ایمان لائے جہانوں کے رب
وَهٰرُوْنَ ۝ (پ ۱۹، الشعرآء: ۴۶۔۴۸) پر، جو رب ہے حضرت موسیٰ و ہارون کا۔

رب العالمین کی پہچان یہ بتائی کہ جو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا رب ہے ورنہ فرعون کہہ سکتا تھا کہ رب العالمین تو میں ہوں یہ مجھ پر ایمان لا رہے ہیں فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا: اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ میں حضرت موسیٰ و ہارون کے رب پر ایمان لایا۔ اس نے بھی رب تعالیٰ کی معرفت بذریعہ ان دو پیغمبروں کے کی اگرچہ اس کا ایمان اس لئے قبول نہ ہوا کہ عذاب دیکھ کر ایمان لایا۔ جب ایمان کا وقت گزر چکا تھا۔

﴿۲﴾ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پ ۱ البقرۃ: ۱۳۳) جب فرمایا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہ میرے بعد کسے پوجو گے؟ تو وہ بولے کہ آپ کے اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحاق علیہم السلام کے رب کی عبادت کریں گے۔

ان بزرگوں نے بھی سچے الٰہ کی پہچان یہی عرض کی کہ جو پیغمبروں کا بتایا ہوا الٰہ ہے وہی سچا ہے جیسے دھوپ آفتاب کی بڑی دلیل ہے ایسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام

www.sirat-e-mustaqeem.com

نورالٰہی کی تجلی اولی ہیں ان کا فرمان رب تعالیٰ کی قوی برہان ہے اگر کوئی نبی کا فرمان چھوڑ کر اپنی عقل ودانش سے خدا کو پہچانے نہ وہ مومن ہے نہ موحد۔

لفظ اِلٰہ کی تحقیق

اِلٰہ اِلٰـــہٌ سے بنا جس کے لغوی معنی ہیں انتہائی بلندی یا حیرانی۔ الٰہ وہ جو انتہائی بلند و برتر ہو یا جس کی ذات یا صفات میں مخلوق کی عقل حیران رہ جائے قرآن کی اصطلاح میں الٰہ بمعنی مستحق عبادت ہے یعنی معبود جہاں کہیں اِلٰہ آوے اس کے معنی معبود ہونگے لاالٰہ نہیں ہے کوئی مستحق عبادت اِلَّا اللّٰہ خدا کے سوا۔ مستحق عبادت وہ جس میں یہ صفات ہوں پیدا کرنا، رزق، زندگی، موت کا مالک ہونا۔ خود مخلوق کی صفات سے پاک ہونا جیسے کھانا، پینا، مرنا، سونا، مخلوق ہونا، کسی عیب کا حامل ہونا وغیرہ دانا غیب مطلق ہونا۔ عالم کا مالک حقیقی ہونا وغیرہ۔ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝ (پ۱۷، الانبیآء: ۲۱)

کیا انہوں نے زمین میں سے معبود بنالیے وہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔

یعنی چونکہ ان بتوں میں پیدا کرنے کی قابلیت نہیں وہ تو خود مخلوق ہیں لہٰذا وہ خدا نہیں۔

﴿۲﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (پ۳، البقرۃ: ۲۵۵)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ ہے اوروں کو قائم رکھنے والا ہے اسے نہ اونگھ آوے نہ نیند اس کی ہی وہ چیزیں ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

﴿۳﴾ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ ۚ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ (پ۱۸، المؤمنون: ۹۱)

اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿٤﴾وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ○ (پ١٨، الفرقان:٣)

انہوں نے خدا کے سوا اور خدا ٹھہرا لئے جو کچھ نہیں پیدا کرتے اور خود پیدا کئے جاتے ہیں اور نہیں مالک ہیں اپنی جانوں کیلئے نقصان و نفع کے اور نہیں مالک ہیں مرنے جینے کے اور نہ اٹھنے کے۔

ان جیسی بہت سی آیات سے یہ ہی پتا لگتا ہے کہ الٰہ حقیقی ہونے کا مدار مذکورہ بالا صفات پر ہے۔ مشرکین کے بتوں اور اللہ تعالیٰ کے دیگر بندوں میں چونکہ یہ صفات موجود نہیں ہیں اور مخلوق کی صفتیں موجود ہیں جیسے کھانا، پینا، مرنا، سونا، صاحب اولاد ہونا۔ لہٰذا وہ الٰہ نہیں ہو سکتے۔

وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (پ٦، المآئدۃ:٧٥)

اور عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بہت سچی تھیں یہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔

یعنی مسیح اور ان کی والدہ صاحبہ چونکہ کھانا کھاتے لہٰذا الٰہ نہیں۔

مشرکین عرب نے اپنے معبودوں میں چونکہ حسب ذیل باتیں مانیں لہٰذا انہیں الٰہ مان لیا اور مشرک ہو گئے۔

﴿١﴾رب تعالیٰ کے مقابل دوسروں کی اطاعت کرنا حق سمجھ کر یعنی ان کا معبود جو کہے وہی حق ہے۔ خواہ رب کے خلاف ہی ہو۔

﴿١﴾اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (پ١٩، الفرقان:٤٣)

تو دیکھو تو جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا الٰہ بنا لیا تو کیا تم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہو گئے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ج وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا (پ ۱۰، التوبۃ: ۳۱)

عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا اور مسیح بیٹے مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک خدا کو پوجیں۔

ظاہر ہے کہ عیسائیوں نے نہ تو اپنی خواہش کو نہ اپنے پادریوں کو خدا مانا مگر چونکہ رب تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کی اطاعت کی اس لئے انہیں گویا الٰہ بنالیا۔

﴿۲﴾ کسی کو یہ سمجھنا کہ یہ ہم کو رب تعالیٰ کے مقابلہ میں اس سے بچالے گا یعنی وہ عذاب دینا چاہے تو یہ نہ دینے دیں۔

﴿۱﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ط لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ o (پ ۱۷، الانبیآء: ۴۳)

کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو ان کو ہمارے مقابل ہم سے بچالیں وہ تو اپنی جانوں کو نہیں بچاسکتے اور نہ ہماری طرف سے ان کی مدد کی جائے۔

﴿۳﴾ کسی کو دھونس کا شفیع سمجھنا کہ رب تعالیٰ کے مقابل اس کی مرضی کیخلاف ہمیں اس سے چھڑالیگا۔

﴿۱﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ط قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ o قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا (پ ۲۴، الزمر: ۴۳، ۴۴)

کیا انہوں نے اللہ کے مقابل سفارشی بنا رکھے ہیں فرمادو کہ کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں فرمادو کہ شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿۲﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط (پ ۳ البقرۃ: ۲۵۵)

وہ کون ہے جو رب کے پاس اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرسکے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۴﴾ کسی کو شفیع سمجھ کر پوجنا اسے تعبدی سجدہ کرنا۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (پ ۱۱، یونس:۱۸)

اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے نزدیک۔

﴿۵﴾ کسی کو خدا کی اولاد ماننا، پھر اس کی اطاعت کرنا۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط (پ ۷، الانعام: ۱۰۰)

اور بنایا ان مشرکین نے جنات کو اللہ کا شریک حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا اور بنایا اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں۔

غرضیکہ الٰہ کا مدار صرف اسی پر ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر ماننا اور برابری کی وہ ہی صورتیں ہیں جو اوپر کی آیات سے معلوم ہوئیں۔ ہم مخلوق کو سمیع، بصیر، زندہ، قادر، مالک، وکیل، حاکم، شاہد اور متصرف مانتے ہیں مگر مشرک نہیں کیونکہ کسی کو ان صفات میں رب تعالیٰ کی طرح نہیں مانتے۔

اعتراض: رب تعالیٰ بتوں اور نبیوں، ولیوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (پ ۲۰، القصص:۶۸)

اور ان کے لئے کوئی اختیار نہیں اللہ پاک اور برتر ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کو اختیار ماننا ہی شرک ہے تم بھی نبیوں، ولیوں کو اختیار مانتے ہو۔ تم نے انہیں الٰہ بنالیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

جواب: یہاں اختیار سے مراد پیدا کرنے کا اختیار ہے، اسی لئے فرمایا گیا:

وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ ط مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ (پ ۲۰، القصص: ٦٨) — آپ کا رب جو چاہے پیدا کرے اور اختیار فرمائے انہیں کوئی اختیار نہیں۔

بااختیار سے مراد ہے رب تعالیٰ کے مقابل اختیار ورنہ تم بھی بادشاہوں، حاکموں کو بااختیار مانتے ہو۔ اسی لئے ان سے ڈرتے ہو۔

اعتراض: رب تعالیٰ نے نبیوں، ولیوں اور بتوں کے لئے فرمایا:

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ (پ ۱۱، یونس: ۱۸) — وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے نہ نفع۔

معلوم ہوا کہ کسی کو نافع اور ضار ماننا اسے الٰہ ماننا ہے اور تم بھی نبیوں، ولیوں کو نافع اور ضار مانتے ہو تم بھی مشرک ہوئے۔

جواب: ان جیسی آیات میں رب تعالیٰ کے مقابلہ میں نافع ماننا مراد ہے کہ رب تعالیٰ چاہے ہمیں نقصان پہنچانا اور یہ ہمیں نفع پہنچا دیں، اس کی تفسیر یہ آیت ہے:

وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَاالَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِہٖ ط (پ ٤، اٰل عمرٰن: ١٦٠) — اگر خدا تمہیں رسوا کرے تو اس کے بعد تمہیں مدد کون دے گا۔

ورنہ تم بھی بادشاہ حاکموں، بلکہ سانپ، بچھو، دواؤں کو نافع اور نقصان دہ مانتے ہو۔ نیز فرماتا ہے:

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ ط وَاِنْ یَّمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o (پ ۷، الانعام: ۱۷) — اگر تجھے اللہ سختی پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنیوالا نہیں اور جو تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہ آیت ان تمام آیتوں کی تفسیر ہے کہ نفع نقصان سے مراد رب تعالیٰ کے مقابل نفع اور نقصان ہے۔

اعتراض: رب تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ	ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے باپ تم
وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْــٴًـا۝	اسے کیوں پوجتے ہو جو نہ سنے نہ دیکھے نہ تم
(پ ١٦، مریم: ٤٢)	سے کچھ مصیبت دور کرے۔

معلوم ہوا کہ کسی کو غائبانہ پکار سننے والا، غائبانہ دیکھنے والا، نافع وضار ماننا، اسے الٰہ ماننا ہے۔ یہ شرک ہے۔ تم بھی نبیوں، ولیوں میں یہ صفات مانتے ہو۔ لہٰذا انہیں الٰہ مانتے ہو۔

جواب: اس آیت میں دور سے سننے، دیکھنے کا ذکر کہاں ہے؟ یہاں تو کفار کی حماقت کا ذکر ہے کہ وہ ایسے پتھروں کو پوجتے ہیں جن میں دیکھنے، سننے کی بھی طاقت نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ جو سنے، دیکھے، وہ خدا ہے ورنہ پھر تو ہر زندہ انسان خدا ہونا چاہیے کہ وہ سنتا، دیکھتا ہے۔ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا۝ (الدھر: ٢)، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ	کیا ان بتوں کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں
اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ	یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑیں یا ان کی
یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ (پ ٩، الاعراف: ١٩٥)	آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھیں۔

اس میں بھی ان کفار کی حماقت کا ذکر ہے کہ وہ بے آنکھ، بے ہاتھ اور بے پاؤں کی مخلوق کو پوجتے ہیں حالانکہ ان بتوں سے خود یہ بہتر ہیں کہ ان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ تو ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کے آنکھ، کان ہوں وہ خدا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوجائے۔

اعتراض: رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى o اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (پ ١٦، طٰہٰ: ٧، ٨)

اگر تم اونچی بات کہو تو وہ پوشیدہ اور چھپی باتوں کو جان لیتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ الٰہ کی شان یہ ہے کہ اونچی نیچی، ظاہر، چھپی سب باتوں کو جانے، اگر کسی نبی ولی میں یہ طاقت مانی گئی تو اسے الٰہ مان لیا گیا اور شرک ہوگیا۔

جواب: خدا کی یہ صفات ذاتی، قدیم، غیر فانی ہیں۔ اسی طرح کسی میں یہ صفات ماننا شرک ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو ظاہر پوشیدہ باتیں جاننے کی قوت بخشی ہے یہ قوت بہ عطاء الٰہی عارضی غیر میں ماننا عین ایمان ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ o (پ ٢٦، قٓ: ١٨)

بندہ کوئی بات منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک محافظ تیار بیٹھا ہے۔

یعنی اعمالنامہ لکھنے والا فرشتہ انسان کا ہر ظاہر اور پوشیدہ کلام لکھتا ہے۔ اگر اسی فرشتے کو ہر ظاہر باطن بات کا علم نہ ہوتا تو لکھتا کیسے ہے؟

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ o كِرَامًا كَاتِبِيْنَ o يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ o (پ ٣٠، الانفطار: ١٠-١٢)

اور بے شک تم پر کچھ نگہبان ہیں معزز لکھنے والے جانتے ہیں ہر وہ جو تم کرو۔

پتا لگا کہ اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے ہمارے چھپے اور ظاہر عمل کو جانتے ہیں ورنہ تحریر کیسے کریں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اعتراض: رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنَّـهٗ كَـانَ رِجَـالٌ مِّنَ الْاِنْـسِ	اور کچھ انسانوں کے مرد کچھ جنوں کے
يَـعُـوْذُوْنَ بِـرِجَـالٍ مِّـنَ الْـجِـنِّ	مردوں کی پناہ لیتے تھے اور اس سے ان
فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ (پ ۲۹، الجن:٦)	کا اور تکبر بڑھ گیا۔

معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی کی پناہ لینا کفر و شرک ہے۔ فرماتا ہے:

وَهُوَيُجِيْرُوَلَايُجَارُعَلَيْهِ	وہ رب پناہ دیتا ہے اور اس پر پناہ نہیں
(پ۱۸، المؤمنون:۸۸)	دی جاتی۔

جواب: ان آیات میں رب تعالیٰ کے مقابل پناہ لینا مراد ہے نہ کہ اس کے اذن سے اس کے بندوں کی پناہ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَـوْاَنَّهُـمْ اِذْ ظَّـلَـمُوْٓا اَنْـفُسَهُمْ	اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے
جَـآءُوْكَ فَـاسْتَـغْـفَرُوا اللّٰـهَ	پاس آجاویں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور
وَاسْتَـغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا	آپ بھی ان کی مغفرت کی دعا کریں تو اللہ
اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (پ٥، النسآء:٦٤)	کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں۔

اگر یہ مراد نہ ہو تو ہم سردی گرمی میں کپڑوں مکانوں سے پناہ لیتے ہیں، بیماری میں حکیم سے، مقدمہ میں حاکموں سے یہ سب شرک ہو جاوے گا۔

اعتراض: خدا کے سوا کسی کو علم غیب ماننا شرک ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

قُـلْ لَّايَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	فرمادو جو آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں
الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (پ ۲۰، النمل:٦٥)	غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔

علم غیب دلیل الوہیت ہے جسے علم غیب مانا اسے الٰہ مان لیا۔ (جواہر القرآن)

www.sirat-e-mustaqeem.com

جواب: اگر علم غیب دلیل الوہیت ہے تو ہر مومن الٰہ ہے کیونکہ ایمان بالغیب کے بغیر کوئی مومن نہیں ہوتا اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (البقرۃ:۳) اور بغیر علم کے ایمان ناممکن ہے اور ملک الموت، ابلیس، فرشتہ کاتب تقدیر بھی الٰہ ہو گئے کہ ان سب کو بہت علوم غیبیہ دیئے گئے ہیں۔ رب فرماتا ہے:

اِنَّہٗ یَرٰىکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ (پ۸، الاعراف:۲۷)

وہ ابلیس اور اس کے قبیلہ والے تم کو وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

غیب کے متعلق نفی کی آیات بھی ہیں اور ثبوت کی بھی۔ نفی کی آیات میں واجب، قدیم، کل، ذاتی علم مراد ہے اور ثبوت کی آیات میں عطائی، ممکن، بعض، عارضی علم مراد۔ رب فرماتا ہے:

﴿۱﴾ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ (پ۷، الانعام:۵۹)

نہیں ہے کوئی خشک و تر چیز مگر وہ روشن کتاب لوح محفوظ میں ہے۔

﴿۲﴾ وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ (پ۱۱، یونس:۳۷)

قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے اس میں شک نہیں۔

﴿۳﴾ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (پ۱۴، النحل:۸۹)

ہم نے آپ پر قرآن اتارا تمام چیزوں کا روشن بیان

اگر کسی کو علم غیب نہیں دینا تھا تو لکھا کیوں؟ اور جب لکھا گیا تو جو فرشتے لوح محفوظ کے حافظ ہیں تو انہیں علم ہے یا نہیں؟ ضرور ہے تو چاہیے کہ یہ سب الٰہ بن جائیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ حکم صرف اللہ کا ہے:

﴿۱﴾ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (پ۷، الانعام:۵۷)

نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا — میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔

(پ ۱۵، بنیٓ اسرآء یل: ۲)

﴿۳﴾ وَکَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ○ — اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

(پ ٤، النسآء: ٦)

تو چاہیے کہ وکیل ہونا، حکم ہونا، حسیب ہونا، الوہیت کی دلیل ہو۔ جسے وکیل مانا۔ اسے خدا مان لیا۔

؎ گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا — کار طفلاں تمام خواہد شد!

ولی

لفظ "وَلِیُ" وَلْیٌ یا وَلَایَۃٌ سے بنا ہے۔ وَلْیٌ کے معنی قرب اور ولایت کے معنی حمایت ہیں، لہٰذا وَلْیٌ کے لغوی معنی قریب، والی، حمایتی ہیں۔ قرآن شریف میں یہ لفظ اتنے معنی میں استعمال ہوا ہے ا۔ دوست، ۲۔ قریب، ۳۔ مددگار، ۴۔ والی، ۵۔ وارث، ٦۔ معبود، ۷۔ مالک، ۸۔ ہادی

﴿۱﴾ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رٰکِعُوْنَ ○ (پ ٦، المائدۃ: ۵۵)

تمہارا دوست یا مددگار صرف اللہ اور اسکے رسول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

﴿۲﴾ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ

ہم ہی تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت میں۔

(پ ۲٤، حٰمٓ السجدۃ: ۳۱)

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ○(پ۲۸،التحریم:٤)

پس نبی کا مددگار اللہ ہے اور جبریل اور نیک مومن اور اس کے بعد فرشتے مددگار ہیں۔

﴿٤﴾ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا لا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا○ (پ٥،النسآء:٧٥)

پس بنادے تو ہمارے لئے اپنے پاس سے والی اور بنادے ہمارے لئے اپنے پاس سے مددگار۔

﴿٥﴾اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (پ٢١،الاحزاب:٦)

نبی زیادہ قریب یا زیادہ مالک ہیں مسلمانوں کے بمقابلہ ان کی جانوں کے اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

ان آیتوں میں ولی کے معنی قریب، دوست، مددگار، مالک ہیں۔

﴿٦﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط (پ١٠،الانفال:٧٢)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی ان کے بعض بعض کے وارث ہیں

اس آیت میں ولی بمعنی وارث ہے کیونکہ شروع اسلام میں مہاجر و انصار ایک دوسرے کے وارث بنادیئے گئے تھے۔

﴿۷﴾وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا (پ١٠،الانفال:٧٢)

اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہ کی انہیں ان کی وراثت سے کچھ نہیں یہاں تک کہ ہجرت کریں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت میں بھی ولی سے مراد وارث ہے کیونکہ اول اسلام میں غیر مہاجر، مہاجر کا وارث نہ ہوتا تھا۔

﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (پ ۱۰، الانفال:۷۳)

اور کافر بعض بعض کے وارث ہیں۔

﴿۹﴾ واُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ (پ ۱۰، الانفال:۷۵)

رشتہ دار بعض بعض کے وارث ہیں

﴿۱۰﴾ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (پ ۱۶، مریم:۵، ۶)

تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث و جانشین ہو۔

ان آیات میں بھی ولی سے مراد وارث ہے جیسا کہ بالکل ظاہر ہے۔

﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ (پ ۳، البقرۃ:۲۵۷)

اللہ تعالیٰ مومنوں کا حامی والی ہے کہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے حامی والی شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیرے کی طرف نکالتے ہیں۔

اس آیت میں ولی بمعنی حامی والی ہے، بعض آیات میں ولی بمعنی معبود آیا ہے ملاحظہ ہو:

﴿۱۲﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ (پ ۲۳، الزمر:۳)

جنہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے اور کہتے ہیں کہ نہیں پوجتے ہم ان کو مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت میں ولی بمعنی معبود ہے اس لئے آگے فرمایا گیا: مَانَعْبُدُهُمْ

﴿۱۳﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا۝ (پ۱۶، الکھف:۱۰۲)

تو کیا یہ کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو معبود بنالیں بے شک ہم نے کافروں کی مہمانی کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

اس آیت میں بھی ولی بمعنی معبود ہے۔ اس لئے ان ولی بنانے والوں کو کافر کہا گیا۔ کیونکہ کسی کو دوست اور مددگار بنانے سے انسان کافر نہیں ہوتا جیسا کہ پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا ہے۔ معبود بنانے سے کافر ہوتا ہے:

﴿۱۴﴾ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا (پ۲۰، العنکبوت:۴۱)

ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنالیا مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا۔

اس آیت میں بھی ولی بمعنی معبود ہے کہ یہاں کفار کی مذمت بیان ہو رہی ہے اور کافر ہی دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔

ولی اللہ، ولی من دون اللہ

ولی بمعنی دوست یا مددگار دو طرح کے ہیں ایک اللہ کے ولی، دوسرے اللہ کے مقابل ولی۔ اللہ کے ولی وہ ہیں جو اللہ سے قرب رکھتے ہیں اور اس کے دوست ہوں اور اسی وجہ سے دنیا والے انہیں دوست رکھتے ہیں ولی من دون اللہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خدا کے دشمنوں کو دوست بنایا جائے جیسے کافروں یا بتوں یا شیطان کو،

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوسرے یہ کہ اللہ کے دوستوں یعنی نبی، ولی کو خدا کے مقابل مددگار سمجھا جائے کہ خدا کا مقابلہ کر کے یہ ہمیں کام آئیں گے۔ ولی اللہ کو ماننا عین ایمان ہے اور ولی من دون اللہ بنانا عین کفر وشرک ہے۔ ولی اللہ کے لئے یہ آیت ہے:

﴿۱﴾ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ o

خبردار! اللہ کے دوست نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

(پ ۱۱، یونس: ۶۲، ۶۳)

اس آیت میں ولی اللہ کا ذکر ہے۔

﴿۲﴾ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ

مسلمان کافروں کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا۔

(پ ۳، ال عمرٰن: ۲۸)

﴿۳﴾ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ o (پ ۱، البقرۃ: ۱۰۷)

اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار

ان دو آیتوں میں ولی من دون اللہ کا ذکر ہے۔ پہلی آیت میں دشمنان خدا کو دوست بنانے کی ممانعت ہے۔ دوسری میں خدا کے مقابل دوست کی نفی ہے یعنی رب تعالیٰ کے مقابل دنیا میں کوئی مددگار نہیں نہ ولی، نہ پیر، نہ نبی۔ یہ حضرات جس کی مدد کرتے ہیں اللہ کے حکم اور اللہ کے ارادے سے کرتے ہیں۔

ولی یا اولیاء کے ان معانی کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے۔ بے موقع ترجمہ بدعقیدگی کا باعث ہوتا ہے مثلاً۔ اگر نمبر ا کی آیت اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (المائدۃ: ۵۵) کا

www.sirat-e-mustaqeem.com

ترجمہ یہ کردیا جائے کہ تمہارے معبود اللہ، رسول اور مومنین ہیں شرک ہوگیا اور اگر مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ (البقرۃ:۱۰۷) کے یہ معنی کردیئے جائیں کہ خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کفر ہوگیا کیونکہ قرآن نے بہت سے مددگاروں کا ذکر فرمایا ہے اس آیت کا انکار ہوگیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کافروں، ملعونوں کا کوئی مددگار نہیں۔ معلوم ہوا کہ مومنوں کے مددگار ہیں۔

﴿۱﴾ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ○ (پ۵، النسآء:۵۲) اور جس پر خدا لعنت کردے اس کے لئے مددگار کوئی نہیں پاؤ گے۔

﴿۲﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (پ۲۵، الشوریٰ:۴۴) اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے پیچھے کوئی مددگار نہیں۔

﴿۳﴾ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ○ (پ۱۵، الکہف:۱۷) جسے اللہ گمراہ کردے اس کیلئے ہادی مرشد آپ نہ پائیں گے۔

دعا

دُعَا دَعْوٌ یا دَعْوَتٌ سے بنا ہے جس کے معنی بلانا یا پکارنا ہے۔ قرآن شریف میں لفظ دعا پانچ معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ۱۔ پکارنا، ۲۔ بلانا، ۳۔ مانگنا یا دعا کرنا، ۴۔ پوجنا یعنی معبود سمجھ کر پکارنا، ۵۔ تمنا آرزو کرنا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (پ۲۱، الاحزاب:۵) انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک عدل ہے۔

﴿۲﴾ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ (پ۴، ال عمرٰن:۱۵۳) اور پیغمبر تم کو تمہارے پیچھے پکارتے تھے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط (پ۱۸،النور:۶۳)

رسول کے پکارنے کو بعض کے بعض کو پکارنے کی طرح نہ بناؤ۔

ان جیسی تمام آیات میں دعا بمعنی پکارنا ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (پ۱۴،النحل:۱۲۵)

اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔

﴿۲﴾وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ۱،البقرۃ:۲۳)

اور بلاؤ اپنے مددگاروں کو اللہ کے سوا۔

﴿۳﴾وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ (پ۴،ال عمرٰن:۱۰۴)

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے۔

ان جیسی آیات میں دعا کے معنی بلانے کے ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (پ۸،الاعراف:۵۵)

اپنے رب سے عاجزی سے خفیہ طور پر دعا مانگو۔

﴿۲﴾ اِنَّ رَبِّىْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ o

بے شک میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔

(پ۱۳،ابراھیم:۳۹)

﴿۳﴾ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ o

اے ہمارے رب میری دعا سن لے۔

(پ۱۳،ابراھیم:۴۰)

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۴﴾فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (پ ۲۱،العنکبوت:۶۵)

جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خدا سے دعا مانگتے ہیں دین کو اس کیلئے خالص کرکے۔

﴿۵﴾ وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىِٕكَ رَبِّ شَقِیًّاo (پ ۱۶،مریم:۴)

اے میرے رب میں تجھ سے دعا مانگنے میں کبھی نامراد نہ رہا۔

﴿۶﴾ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (پ ۲،البقرۃ:۱۸۶)

میں دعا مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب مجھ سے دعا کرتا ہے۔

﴿۷﴾ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍo (پ ۱۳،الرعد:۱۴)

اور نہیں ہے کافروں کی دعا مگر بربادی میں۔

﴿۸﴾هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ (پ ۳،اٰل عمرٰن:۳۸)

وہاں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی۔

ان جیسی تمام آیات میں دعا کے معنی دعا مانگنا ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَo (پ ۲۴،حٰمٓ السجدۃ:۳۱)

اور تمہارے لئے جنت میں وہ ہوگا جو تمہارے دل چاہیں اور تمہارے لئے وہاں وہ ہوگا جس کی تم تمنا کرو۔

اس آیت میں دعا بمعنی آرزو کرنا، چاہنا، خواہش کرنا ہے۔

﴿۱﴾اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (پ ۹،الاعراف:۱۹۴)

جنہیں تم خدا کے سوا پوجتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۝ (پ۲۹،الجن:۱۸)

بے شک مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

﴿۳﴾وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پ۲۶،الاحقاف:۵)

اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسوں کو پوجتا ہے جو اس کی عبادت قبول نہ کرے قیامت تک۔

﴿۴﴾ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا (پ۲۴،المؤمن:۷۴)

کافر کہیں گے کہ وہ غائب ہوگئے ہم سے بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہ پوجتے تھے۔

﴿۵﴾وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ (پ۱۴،النحل:۲۰،۲۱)

اور وہ جن کی یہ مشرکین پوجا کرتے ہیں اللہ کے سوا وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ پیدا کئے جاتے ہیں یہ مردے ہیں زندہ نہیں۔

﴿۶﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْ مِنْ دُوْنِكَ (پ۱۴،النحل:۸۶)

اور جب مشرکین اپنے معبودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے رب ہمارے یہ ہمارے وہ معبود ہیں جنہیں ہم تیرے سوا پوجا کرتے تھے۔

ان جیسی تمام وہ آیات جن میں غیر خدا کی دعا کو شرک وکفر کہا گیا یا اس پر جھڑکا گیا ان سب میں دعا کے معنی عبادت (پوجا) ہے اور یدعون کے معنی ہیں وہ پوجتے ہیں اس کی تفسیر قرآن کی ان آیتوں نے کی ہے جہاں دعا کے ساتھ عبادت یا الٰہ کا لفظ آ گیا ہے، فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾ هُوَالْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ ٢٤، المؤمن: ٦٦)

وہ ہی زندہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسے پوجو۔ اس کے لئے دین کو خالص کر کے سب خوبیاں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔

اس آیت میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ اور اَنْ اَعْبُدَ نے صاف بتادیا کہ یہاں دعا سے پوجنا مراد ہے نہ کہ پکارنا۔

﴿۲﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَo (پ ٢٤، المؤمن: ٦٠)

اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر دوزخ میں جائیں گے

یہاں دعا سے مراد دعا مانگنا ہے اور دعا بھی عبادت ہے اس لئے ساتھ ہی عبادت کا ذکر ہوا فقط پکارنا مراد نہیں۔

﴿۳﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَo وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَo (پ ٢٦، الاحقاف: ٥-٦)

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا اس کی پوجا کرتا ہے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور جب لوگوں کا حشر ہوگا تو یہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہو جاویں گے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہاں بھی دعا سے مراد پکارنا نہیں بلکہ پوجنا یعنی معبود سمجھ کر پکارنا مراد ہے کیونکہ ساتھ ہی ان کے اس فعل کو عبادت کہا گیا ہے۔ان آیات نے ان تمام کی شرح کردی جہاں غیر خدا کی دعا کو شرک فرمایا گیا اور بتادیا کہ وہاں دعا سے مراد پوجنا یا دعا مانگنا ہے اور دعا بھی عبادت ہے اگر غیر خدا کو پکارنا شرک ہوتا تو جن آیتوں میں پکارنے کا حکم دیا گیا۔ان سے ان آیات کا تعارض ہوجاتا۔پکارنے کی آیات ہم نے ابھی پیش کردیں اس لئے عام مفسرین ان ممانعت کی آیتوں میں دعا کے معنی عبادت کرتے ہیں ان کی یہ تفسیر قرآن کی ان آیتوں سے حاصل ہے۔

اعتراض: دعا کے معنی کسی لغت میں عبادت نہیں دعا کے معنی بلانا، ندا کرنا عام لغت میں مذکور ہیں لہٰذا ان تمام آیتوں میں اس کے معنی پکارنا ہی ہیں (جواہر القرآن)

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ دعا کے لغوی معنی پکارنا ہیں اور اصطلاحی معنی عبادت ہیں۔قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا جہاں دعا کی اجازت ہے وہاں لغوی پکارنا مراد ہیں اور جہاں غیر خدا کی دعا سے ممانعت ہے وہاں عرفی معنی پوجنا مراد ہیں۔جیسے لغت میں صلوۃ کے معنی دعا ہیں اور عرفی معنی نماز۔قرآن میں اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے اور صَلِّ عَلَیۡہِمۡ اور صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے۔تمہارا اعتراض ایسا ہے جیسے کوئی نماز کا انکار کردے اور کہے قرآن میں جہاں بھی صلوٰۃ آیا ہے وہاں دعا مراد ہے کیونکہ یہی اس کے لغوی معنی ہیں ایسے ہی طواف کے لغوی معنی گھومنا ہیں اور اصطلاحی معنی ایک خاص عبادت ہیں قرآن میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوسرے یہ کہ واقعی دعا کے معنی پکارنا ہیں مگر پکارنے کی بہت سی نوعیتیں ہیں جن میں سے کسی کو خدا سمجھ کر پکارنا عبادت ہے، ممانعت کی آیات میں یہی مراد ہے یعنی کسی کو خدا سمجھ کر نہ پکارے۔ اس کی تصریح قرآن کی اس آیت نے فرمادی:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا	اور جو خدا کے ساتھ دوسرے خدا کو پکارے
بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ	جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس
رَبِّهٖ (پ۱۸، المؤمنون:۱۱۷)	کا حساب رب کے پاس ہے۔

اس آیت نے خوب صاف فرمادیا کہ پکارنے سے خدا سمجھ کر پکارنا مراد ہے۔

اعتراض: ان ممانعت کی آیتوں میں پکارنا ہی مراد ہے مگر کسی کو دور سے پکارنا مراد ہے یہ سمجھ کر کہ وہ سن رہا ہے یہ ہی شرک ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن کی ان آیتوں میں دور نزدیک کا ذکر نہیں۔ یہ قید آپ نے اپنے گھر سے لگائی ہے نیز یہ قید خود قرآن کی اپنی تفسیر کے بھی خلاف ہے لہٰذا مردود ہے نیز اگر دور سے پکارنا شرک ہو تو سب مشرک ہو جائیں گے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکارا حالانکہ وہ نہاوند میں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر تمام دور کے لوگوں کو پکارا اور تمام روحوں نے جو قیامت تک پیدا ہونیوالی تھیں انہوں نے سن لیا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ آج نمازی حضور علیہ السلام کو پکارتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی! علیہ الصلوۃ والسلام آپ پر سلام ہو۔ اگر یہ شرک ہو جاوے تو ہر نمازی کی نماز تو پیچھے ختم ہوا کرے ایمان پہلے ختم ہو جاوے آج ریڈیو کے ذریعہ دور سے لوگوں کو پکارتے ہیں اور وہ سن لیتے ہیں اگر کہا جائے کہ ریڈیو کی بجلی کی طاقت ایک سبب ہے اور سبب کے ماتحت دور

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے سننا شرک نہیں تو ہم بھی کہیں گے کہ نبوت کے نور کی طاقت ایک سبب ہے اور سبب کے ماتحت سننا شرک نہیں غرضیکہ یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض: ممانعت کی آیتوں میں مردوں کو پکارنا مراد ہے یعنی مرے ہوئے کو پکارنا یہ سمجھ کر کہ وہ سن رہا ہے شرک ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ بھی غلط ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ یہ قید تمہارے گھر کی ہے قرآن میں نہیں آئی۔ رب تعالیٰ نے مردہ، زندہ، غائب، حاضر، دور نزدیک کی قید لگا کر ممانعت نہ فرمائی۔ لہٰذا یہ قید باطل ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ تفسیر خود قرآن کی تفسیر کے خلاف ہے۔ اس نے فرمایا کہ دعا سے مراد عبادت ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر مردوں کو پکارنا شرک ہو تو ہر نمازی نماز میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو پکارتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی! علیہ الصلوۃ والسلام آپ پر سلام ہو، حالانکہ حضور وفات پا چکے ہیں ہم کو حکم ہے کہ قبرستان جا کر یوں سلام کریں: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ، اے مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلام ہو۔

ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کی ہوئی چڑیوں کو پکارا اور انہوں نے سن لیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا — پھر ان مرے ہوئے پرندوں کو پکارو وہ دوڑتے ہوئے تم تک آجائیں گے۔ (پ ۳، البقرۃ: ۲۶۰)

حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو ان کی ہلاکت کے بعد پکارا، صالح علیہ السلام کا قصہ سورۂ اعراف میں اس طرح بیان ہوا:

www.sirat-e-mustaqeem.com

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ○ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ○

تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے تم تک اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔ (پ۸، الاعراف:۷۸۔۷۹)

شعیب علیہ السلام کا واقعہ اسی سورۂ اعراف میں کچھ آگے یوں بیان فرمایا:

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ج فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ○ (پ۹، الاعراف:۹۳)

شعیب نے ہلاکت کفار کے بعد ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم! میں نے تجھے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کی تو میں کافر قوم پر کیسے غم کروں؟

ان دونوں آیتوں میں فَتَوَلّٰی کی ف سے معلوم ہوا کہ ان دونوں پیغمبروں علیہما الصلوۃ والسلام کا یہ خطاب قوم کی ہلاکت کے بعد تھا۔ خود ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے دن مرے ہوئے ابوجہل، ابولہب، امیہ ابن خلف وغیرہ کفار سے پکار کر فرمایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرض کرنے پر فرمایا کہ تم ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، الحدیث ۱۳۷۰، ج۱، ص۴۶۲، دار الکتب العلمیۃ)

کہیے! اگر قرآن کے فتوے سے مردوں کو پکارنا شرک ہے تو ان انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اس پکارنے کا کیا جواب دو گے۔ غرضیکہ یہ اعتراض محض باطل ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اعتراض: کسی کو دور سے حاجت روائی کے لئے پکارنا شرک ہے اور ممانعت کی آیتوں میں یہی مراد ہے لہٰذا اگر کسی نبی ولی کو دور سے یہ سمجھ کر پکارا گیا کہ وہ ہمارے حاجت روا ہیں تو شرک ہو گیا۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ اعتراض بھی غلط ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ قرآن کی ممانعت والی آیتوں میں یہ قید نہیں تم نے اپنے گھر سے لگائی ہے۔ لہٰذا معتبر نہیں۔ دوسرے اس لئے کہ یہ تفسیر خود قرآن کی اپنی تفسیر کے خلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔ تیسرے اس لئے کہ ہم نے بتا دیا کہ اللہ کے بندے دور سے سنتے ہیں خواہ نور نبوت سے یا نور ولایت سے۔ دوسرے باب میں ہم عرض کریں گے کہ قرآن کہہ رہا ہے کہ اللہ کے بندے حاجت روا، مشکل کشا بھی ہیں۔ جب یہ دونوں باتیں علیحدہ علیحدہ صحیح ہیں تو ان کا مجموعہ شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔ قرآن فرما رہا ہے کہ اللہ کے بندے وفات کے بعد سن بھی لیتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں جو خاص خاص کو محسوس ہوتا ہے۔ رب فرماتا ہے:

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَآ ق اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ○ (پ ۲۵، الزخرف: ۴۵)	اے حبیب ان رسولوں سے پوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے کیا ہم نے خدا کے سوا ایسے معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جاوے۔

غور کرو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام وفات پا چکے تھے۔ مگر رب تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے محبوب! ان وفات یافتہ رسولوں سے پوچھ لو کہ کیا کوئی خدا کے سوا اور معبود ہے اور پوچھا اس سے جاتا ہے جو سن بھی لے اور جواب بھی دے۔ پتا لگا کہ اللہ کے بندے بعد وفات سنتے اور بولتے ہیں معراج کی رات سارے وفات یافتہ رسولوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھی۔ حجۃ

www.sirat-e-mustaqeem.com

الوداع کے موقعہ پر وفات یافتہ رسولوں نے حج میں شرکت کی اور حج ادا کیا۔ اس بارے میں بہت سی صحیح احادیث موجود ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعا قرآن کریم میں بہت سے معنوں میں استعمال ہوا ہے ہر جگہ اس کے وہ معنی کرنا چاہئیں جو وہاں کے مناسب ہیں۔ جن وہابیوں نے ہر جگہ اس کے معنی پکارنا کئے ہیں وہ ایسے فحش غلط ہیں جس سے قرآنی مقصد فوت ہی نہیں بلکہ بدل جاتا ہے۔ اسی لئے وہابیوں کو اس پکارنے میں بہت سی قیدیں لگانی پڑتی ہیں کبھی کہتے ہیں غائب کو پکارنا، کبھی کہتے ہیں مردہ کو پکارنا، کبھی کہتے ہیں دور سے سنانے کیلئے پکارنا، کبھی کہتے ہیں مافوق الاسباب سنانے کے لئے دور سے پکارنا شرک ہے مگر پھر بھی نہیں مانتے پھر تعجب ہے کہ جب کسی کو پکارنا عبادت ہوا تو عبادت کسی کی بھی کی جائے شرک ہے، زندہ کی یا مردہ کی، قریب کی یا دور کی پھر یہ قیدیں بے کار ہیں۔ غرضکہ یہ معنی نہایت ہی غلط ہیں۔ ان جگہوں میں دعا سے مراد پوجنا ہے۔ اس معنی پر نہ کسی قید کی ضرورت ہے نہ کوئی دشواری پیش آسکتی ہے۔

نوٹ ضروری: اللہ کے پیارے وفات کے بعد زندوں کی مدد کرتے ہیں۔

قرآن شریف سے ثابت ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ	یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا
اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ	کہ جو میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر
جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ	تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول
لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ	جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم
(پ۳، اٰل عمرٰن: ۸۱)	اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت سے پتا لگا کہ میثاق کے دن رب تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے دو وعدے لئے۔ایک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا، دوسرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنا۔اور رب تعالیٰ جانتا تھا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے کسی کی زندگی میں نہ تشریف لائینگے پھر بھی انہیں ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا معلوم ہوا کہ روحانی ایمان اور روحانی مدد مراد ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے دونوں وعدوں کو پورا کیا کہ معراج کی رات سب نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھی یہ ایمان کا ثبوت ہے۔ بہت سے پیغمبروں نے حج الوداع میں شرکت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شب معراج دین مصطفیٰ کی اس طرح مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔اب بھی وہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مسلمانوں کی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دین کی روحانی مدد فرمارہے ہیں اگر یہ مدد نہ ہوا کرتی تو یہ عہد لغو ہوتا عیسی علیہ السلام آخر زمانہ میں اس عہد کو ظاہر طور پر بھی پورا فرمانے کے لئے تشریف لائیں گے۔

عبادت

قرآن شریف کی اصطلاحوں میں عبادت بھی بہت اہم اور نازک اصطلاح ہے۔کیونکہ یہ لفظ قرآن شریف میں بہت کثرت سے آیا ہے اور اس کے معنے میں نہایت باریکی ہے۔اطاعت، تعظیم، عبادت ان تینوں میں نہایت لطیف فرق ہے بعض لوگ اس نازک فرق کا اعتبار نہیں کرتے۔ ہر تعظیم کو بلکہ ہر اطاعت کو عبادت کہہ کر سارے مسلمانوں بلکہ اپنے بزرگوں کو بھی مشرک وکافر کہہ دیتے ہیں۔اس لئے اس کا مفہوم، اس کا مقصود، بہت غور سے سنیئے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

عبادت عبدٌ سے بنا ہے بمعنی بندہ، عبادت کے لغوی معنی ہیں بندہ بننا یا اپنی بندگی کا اظہار کرنا جس سے لازم آتا ہے معبود کی الوہیت کا اقرار کرنا مفسرین نے اس کی تعریف انتہائی تعظیم بھی کی ہے اور انتہائی عاجزی بھی۔ دونوں تعریفیں درست ہیں کیونکہ عابد کی انتہائی عاجزی سے معبود کی انتہائی تعظیم لازم ہے اور معبود کی انتہائی تعظیم سے عابد کی انتہائی عاجزی مستلزم۔ انتہائی تعظیم کی حد یہ ہے کہ معبود کی وہ تعظیم کی جاوے جس سے زیادہ تعظیم ناممکن ہو اور اپنی ایسی عاجزی کی جاوے جس سے نیچے کوئی درجہ متصور نہ ہو اس لئے عبادت کی شرط یہ ہے کہ بندگی کرنیوالا معبود کو الٰہ اور اپنے کو اس کا بندہ سمجھے یہ سمجھ کر جو تعظیم بھی اس کی کرے گا عبادت ہوگی۔ اگر اسے الٰہ نہیں سمجھتا۔ بلکہ نبی، ولی، باپ، استاد، پیر، حاکم، بادشاہ سمجھ کر تعظیم کرے تو اس کا نام اطاعت ہوگا۔ توقیر، تعظیم، تبجیل ہوگا، عبادت نہ ہوگا غرضیکہ اطاعت و تعظیم تو اللہ تعالیٰ اور بندوں سب کی ہوسکتی ہے لیکن عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوسکتی ہے بندے کی نہیں اگر بندے کی عبادت کی تو شرک ہوگیا اور اگر بندے کی تعظیم کی تو جیسا بندہ ویسا اس کی تعظیم کا حکم۔ کوئی تعظیم کفر ہے، جیسے گنگا جمنا، ہولی، دیوالی کی تعظیم۔ کوئی تعظیم ایمان ہے جیسے پیغمبر کی تعظیم، کوئی تعظیم ثواب ہے، کوئی گناہ۔ اسی لئے قرآن کریم میں عبادت کے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ یا رب یا الٰہ کا ذکر ہے اور اطاعت و تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بھی ذکر ہے اور نبی کا بھی، ماں باپ کا بھی حاکم کا بھی فرماتا ہے:

﴿۱﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (پ ۱۵، بنیٓ اسرآءیل: ۲۳)

آپ کے رب نے فیصلہ فرمادیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ (پ۷،المائدۃ:۱۱۷)

نہیں کہا تھا میں نے ان سے مگر وہ ''ہی'' جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

﴿۳﴾یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ (پ۱،البقرۃ:۲۱)

اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔

﴿۴﴾ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ (پ۱،البقرۃ:۱۳۳)

ہم عبادت کریں گے آپ کے الٰہ کی اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحٰق کے الٰہ کی۔علیہم السلام

﴿۵﴾قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ○لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ○(پ۳۰،الکافرون:۱۔۲)

فرما دو اے کافرو جن کی تم پوجا کرتے ہو ان کی پوجا میں نہیں کرتا۔

ان جیسی ساری عبادت کی آیتوں میں صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا لیکن اطاعت و تعظیم میں سب کا ذکر ہوگا۔

﴿۱﴾اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (پ۵،النسآء:۵۹)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے حکم والوں کی۔

﴿۲﴾مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ۵،النسآء:۸۰)

جس نے رسول کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

﴿۳﴾ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (پ۲۶،الفتح:۹)

نبی کی مدد کرو اور ان کی تعظیم و توقیر کرو۔

﴿۴﴾فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ (پ۹،الاعراف:۱۵۷)

پس جو ایمان لائے نبی پر اور تعظیم کی ان کی اور مدد کی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○ (پ۱۷،الحج:۳۲)

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلی پرہیزگاری ہے۔

غرضیکہ تعظیم واطاعت بندے کی بھی ہوسکتی ہے لیکن عبادت صرف اللہ کی جب عبادت میں یہ شرط ہے کہ الٰہ جان کر کسی کی تعظیم کرنا تو یہ بھی سمجھ لو کہ الٰہ کون ہے اس کی پوری تحقیق ہم الٰہ کی بحث میں کر چکے کہ الٰہ وہ ہے جسے خالق مانا جائے یا خالق کے برابر۔ برابری خواہ خدا کی اولاد مان کر ہو یا اس طرح مستقل مالک، حاکم، حی، قیوم مان کر یا اللہ تعالیٰ کو اس کا حاجت مند مان کر ہو۔ ایک ہی کام اس عقیدے سے ہو تو عبادت ہے اور اس عقیدے کے بغیر ہو تو عبادت نہیں۔

دیکھو رب تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو:

﴿۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ (پ۱۴،الحجر:۲۹)

پس جب میں انہیں برابر کردوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم ان کیلئے سجدہ میں گر جاؤ۔

﴿۲﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (پ۱۳،یوسف:۱۰۰)

اور یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر اٹھالیا اور وہ سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے۔

ان آیتوں سے پتا لگا کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا اور بھی امتوں میں سجدہ کا رواج تھا کہ چھوٹے بڑوں کو سجدہ کرتے تھے پھر یہ بھی فرمایا:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ — سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ اور اللہ کو سجدہ کرو۔

(پ ٢٤، حٰمٓ السجدة:٣٧)

اس قسم کی بہت آیتوں میں سجدہ کرنے کو منع فرمایا گیا بلکہ اسے کفر قرار دیا۔ پچھلی آیتوں میں سجدہ تعظیمی مراد ہے اور ان آیتوں میں سجدہ تعبدی مراد ہے۔ بندوں کو تعبدی سجدہ نہ اس سے پہلے کسی دین میں جائز تھا نہ ہمارے اسلام میں جائز، ہمیشہ سے یہ شرک ہے سجدہ تعظیمی پہلے دینوں میں جائز تھا ہمارے اسلام میں حرام، لہٰذا کسی کو سجدہ تعظیمی کرنا اب حرام ہے شرک نہیں۔ لیکن سجدہ تعبدی کرنا شرک ہے۔ ایک ہی کام الوہیت کے عقیدے سے شرک ہے اور بغیر عقیدۂ الوہیت شرک نہیں مسلمان سنگ اسود، مقام ابراہیم، آب زمزم کی تعظیم کرتے ہیں مشرک نہیں مگر ہندو بت یا گنگا جل کی تعظیم کرے تو مشرک ہے کیونکہ مومن کا عقیدہ ان چیزوں کی الوہیت کا نہیں اور کفار کا عقیدہ الوہیت کا ہے۔

عبادت کی قسمیں

عبادت بہت طرح کی ہے۔ جانی، مالی، بدنی، وقتی وغیرہ مگر اس کی قسمیں دو ہیں۔ ایک وہ جس کا تعلق براہ راست رب تعالیٰ سے ہو کسی بندے سے نہ ہو، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد وغیرہ کہ بندہ ان کاموں سے صرف رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے بندے کی رضا کا اس میں دخل نہیں۔ دوسرے وہ جن کا تعلق بندے سے بھی ہے اور رب تعالیٰ سے بھی یعنی جن بندوں کی اطاعت کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان کی اطاعت خدا کو راضی کرنے کے لئے رب کی عبادت ہے۔ جیسے والدین کی فرمانبرداری، مرشد استاد کی خوشی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف، اہل قرابت کے حقوق کی ادائیگی غرضیکہ کوئی جائز کام ہو۔ اگر اس میں رب تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت کرلی جائے تو وہ رب تعالیٰ کی عبادت بن جاتے ہیں اور ان پر ثواب ملتا ہے حتی کہ جو اپنے بیوی بچوں کو کما کر اس لئے کھلائے کہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے، رب تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے تو کمانا بھی عبادت ہے اور جو خدا کا رزق اس لئے کھائے کہ رب تعالیٰ کا حکم ہے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، اداء فرض کا ذریعہ ہے تو کھانا بھی عبادت ہے۔ اسی لئے مجاہد فی سبیل اللہ غازی کا کھانا، پینا، سونا، جاگنا عبادت ہے بلکہ ان کے گھوڑوں کی رفتار بھی عبادت ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ (پ ۳۰، العٰدیٰت: ۱)	قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں سینے کی آواز نکالتے۔
فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ (پ ۳۰، العٰدیٰت: ۲)	پھر سم مار کر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں۔
فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ (پ ۳۰، العٰدیٰت: ۳)	پھر صبح ہوتے ہی کفار کو تاخت وتاراج کرتے ہیں۔

لہٰذا ماں باپ کو راضی کرنا۔ ان کی اطاعت کرنا، رب تعالیٰ کی عبادت ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جان ومال قربان کرنا اس سرکار کی اطاعت ہے اور رب تعالیٰ کی عبادت بلکہ اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ موجودہ وہابی اس الوہیت کی قید سے بے خبر رہ کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کو شرک کہہ دیتے ہیں ان کے ہاں محفل میلاد

www.sirat-e-mustaqeem.com

شریف شرک، قبروں پر جانا شرک، عید کو سویاں پکانا شرک، نعلین کو بوسہ دینا شرک، گویا قدم قدم پر شرک ہے اور ساری مشرکین و کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔

اعتراض: کسی کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر اس کی تعظیم کرنا عبادت ہے اور اس کے سامنے جھکنا بندگی ہے۔ (جواہر القرآن۔ تقویۃ الایمان)

جواب: یہ غلط ہے ہم حکام وقت کی تعظیم کرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ بہت سی مشکلات میں ان کے پاس جانا پڑتا ہے کیا یہ عبادت ہے؟ ہرگز نہیں حکیم، استاد کی تعظیم کی جاتی ہے کہ ان سے کام نکلتے رہتے ہیں۔ یہ عبادت نہیں۔

اعتراض: کسی کو مافوق الاسباب متصرف مان کر اس کی تعظیم کرنا عبادت ہے اور یہ ہی شرک ہے۔

جواب: یہ بھی غلط ہے فرشتے مافوق الاسباب تصرف کرتے ہیں۔ یہ جان نکالتے ہیں ماں کے پیٹ میں بچے بناتے ہیں بارش برساتے ہیں عذاب الٰہی لاتے ہیں۔ یہ سمجھ کر فرشتوں کی تعظیم کرنا ان کی عبادت ہے؟ نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیوں سے پانی کے چشمے باذن اللہ جاری کر دیئے۔ چاند پھاڑ ڈالا۔ ڈوبا سورج واپس بلا لیا، کنکروں، پتھروں سے کلمہ پڑھوایا۔ درختوں، جانوروں سے اپنی گواہی دلوائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باذن اللہ مردے زندہ کئے۔ اندھے، کوڑھی اچھے کئے یہ سارے کام مافوق الاسباب کئے۔ اس لئے ان کی تعظیم کرنا عبادت ہے۔ ہرگز نہیں کیونکہ انہیں خدا کے برابر کوئی نہیں مانتا۔ خدا کے برابر ماننا ہی عبادت کے لئے شرط اول ہے۔ یہ سب اللہ کے بندے اللہ کے اذن و ارادے سے کرتے ہیں۔ اسی لئے حضرت صالح و

www.sirat-e-mustaqeem.com

حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت نوح اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوم کو پہلی تبلیغ یہ ہی فرمائی:

یٰـقَـوْمِ اعْبُـدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰـهٍ غَيْرُهٗ (پ۸،الاعراف:۵۹)

اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

یعنی میری اطاعت کرنا، تعظیم کرنا، توقیر بجالانا، مجھے تمام قوم سے افضل سمجھنا لیکن مجھے خدا یا خدا کی اولاد، خدا کے برابر یا خدا کو میرا محتاج نہ سمجھنا اور ایسا عقیدہ رکھ کر میری تعظیم نہ کرنا کیونکہ اس عقیدے سے کسی کی تعظیم وتوقیر عبادت ہے اور عبادت خدا کے سوا کسی کی درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی سچی سمجھ عطا فرمائے۔ اس میں بہت بڑے لوگ ٹھوکریں کھا جاتے ہیں۔

من دون اللہ

قرآن شریف میں یہ لفظ بہت زیادہ استعمال ہوا ہے۔ عبادت کے ساتھ بھی آیا ہے۔ تصرف اور مدد کے ساتھ بھی، ولی اور نصیر کے ساتھ بھی۔ شہید اور وکیل کے ساتھ بھی، شفیع کے ساتھ بھی۔ ہدایت، ضلالت کے ساتھ بھی جیسے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والوں پر مخفی نہیں اور ہم بھی ہر طرح کی آیات گزشتہ مضامین میں پیش کر چکے ہیں۔

اس لفظ دون کے معنی سواء اور علاوہ ہیں، مگر یہ معنی قرآن کی ہر آیت میں درست نہیں ہوتے۔ اگر ہر جگہ اس کے معنی سواء کئے جائیں تو کہیں تو آیات میں سخت تعارض ہوگا اور کہیں قرآن میں صراحۃً جھوٹ لازم آئے گا جس کے دفع کے لئے سخت دشواری ہوگی قرآن کریم میں تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ تین معنی میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

استعمال ہوا ہے۔

﴿۱﴾ سواء، علاوہ ﴿۲﴾ مقابل ﴿۳﴾ اللہ کو چھوڑ کر۔ جہاں من دون اللہ عبادت کے ساتھ ہو یا ان الفاظ کے ہمراہ آوے جو عبادت یا معبود کے معنی میں استعمال ہوئے ہوں تو اس کے معنی سواء ہوں گے کیونکہ خدا کے سواء کسی کی عبادت نہیں ہوسکتی، جیسے اس آیت میں۔

﴿۱﴾ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ (پ۱۱، یونس:۱۰۴)

پس نہیں پوجتا میں انہیں جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں تو اس اللہ کو پوجوں گا جو تمہیں موت دیتا ہے۔

﴿۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ (پ۱۹، الفرقان:۵۵)

اور پوجتے ہیں وہ کافر اللہ کے سواء انہیں جو نہ انہیں نفع دیں نہ نقصان۔

﴿۳﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ o مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۲۲،۲۳)

جمع کرو ظالموں کو اور ان کی بیویوں کو اور ان کو جن کی پوجا کرتے تھے یہ اللہ کے سواء۔

اس جیسی بہت سی آیات میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے معنی اللہ کے سواء ہیں کیونکہ یہ عبادت کے ساتھ آئے ہیں اور عبادت غیر اللہ کسی کی بھی نہیں ہوسکتی۔

﴿۴﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا (پ۲۲، فاطر:۴۰)

فرماؤ کہ تم بتاؤ کہ تمہارے وہ شرکاء جن کی تم پوجا کرتے ہو خدا کے سواء مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ (پ۱،البقرۃ:۲۳)

اور بلالو اپنے معبودوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

﴿۶﴾اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ (پ۱۶،الکھف:۱۰۲)

تو کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا معبود بنائیں۔

ان جیسی آیات میں چونکہ دون کا لفظ تدعون اور اولیاء کے ساتھ آیا ہے اور یہاں تدعون کے معنی عبادت ہیں اور اولیاء کے معنی معبود لہٰذا یہاں بھی دون بمعنی علاوہ اور سوا ہوگا۔ لیکن جہاں "دون" مدد یا نصرت یا دوستی کے ساتھ آوے گا تو وہاں اس کے معنی صرف سواء کے نہ ہوں گے۔ بلکہ اللہ کے مقابل یا اللہ کو چھوڑ کر ہوں گے یعنی اللہ کے سواء اللہ کے دشمن۔ اس تفسیر اور معنی میں کوئی دشواری نہ ہوگی جیسے

﴿۱﴾اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا۝ (پ۱۵،بنیٓ اسرآءیل:۲)

کہ میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بناؤ۔

﴿۲﴾اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ (پ۲۴،الزمر:۴۳)

کیا ان لوگوں نے اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں۔

﴿۳﴾وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۝ (پ۱،البقرۃ:۱۰۷)

اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

﴿۴﴾وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا۝ (پ۶،النسآء:۱۷۳)

اور وہ اللہ کے مقابل اپنا نہ کوئی دوست پائینگے اور نہ مددگار۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ

مومن مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔

(پ۳،ال عمرٰن:۲۸)

﴿۶﴾وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًاo (پ۵،النسآء:۱۱۹)

اور جو شیطان کو دوست بنائے خدا کو چھوڑ کر وہ کھلے ہوئے گھاٹے میں پڑ گیا۔

﴿۷﴾وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ (پ۱۲،ھود:۲۰)

اور نہیں ہے ان کافروں کے لئے اللہ کے مقابل کوئی مددگار۔

ان جیسی تمام ان آیتوں میں جہاں مدد، نصرت، ولایت، دوستی وغیرہ کے ساتھ لفظ دون آیا ہے۔ان میں اس کے معنی صرف سواء یا علاوہ کے نہیں بلکہ وہ سواء مراد ہے جو رب تعالیٰ کا دشمن یا مقابل ہے۔لہٰذا اس دون کے معنے مقابل کرنا نہایت موزوں ہے جن مفسرین نے یا ترجمہ کرنیوالوں نے ان مقامات میں سواء ترجمہ کیا ہے ان کی مراد بھی سواء سے ایسے ہی سواء مراد ہیں۔اس دون کی تفسیر یہ آیات ہیں:

﴿۱﴾وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ

اور اگر رب تمہیں رسوا کرے تو کون ہے جو پھر تمہاری مدد کرے۔

(پ۴،ال عمرٰن:۱۶۰)

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝ (پ ۲۱، الاحزاب:۱۷)

تم فرماؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے اگر ارادہ کرے رب تمہارے لئے برائی کا اور ارادہ کرے مہربانی کا اور وہ اللہ کے مقابل کوئی نہ دوست پائیں گے نہ مددگار۔

﴿۳﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ (پ ۱۷، الانبیآء:۴۳)

کیا ان کے کچھ ایسے خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں۔

ان آیات نے تفسیر فرمادی کہ جہاں مدد یا دوستی کے ساتھ لفظ دون آئے گا وہاں مقابل اور رب کو چھوڑ کر معنی دے گا نہ کہ صرف سواء یا علاوہ کے۔

نیز اگر اس جگہ دون کے معنی سواء کئے جائیں تو آیات میں تعارض بھی ہوگا کیونکہ مثلاً یہاں تو فرمایا گیا رب کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں اور جو آیات ولی کی بحث میں پیش کی گئیں وہاں فرمایا گیا کہ تمہارا ولی اللہ اور رسول اور نیک مومنین ہیں یا تمہارے ولی فرشتے ہیں یا فرمایا گیا کہ اے مولیٰ اپنی طرف سے ہمارے مددگار فرما۔ اس تعارض کا اٹھانا بہت مشکل ہوگا۔

نیز اگر ان آیات میں دون کے معنی سواء کئے جائیں تو عقل کے بالکل خلاف ہوگا اور رب کا کلام معاذ اللہ جھوٹا ہوگا۔

مثلاً یہاں فرمایا گیا کہ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ (پ ۲۴، الزمر:۴۳) انہوں نے خدا کے سوا سفارشی بنالیئے۔ سفارشی تو خدا کے سوا ہی ہوگا

www.sirat-e-mustaqeem.com

خدا تو سفارشی ہوسکتا ہی نہیں یا فرمایا گیا:

اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ○ (بنیٓ اسرآء یل:۲) میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ حالانکہ دن رات وکیل بنایا جاتا ہے اب وکیل کے معنی کی توجیہیں کرو اور شفعاء کے متعلق بحث کرتے پھرو لیکن اگر یہاں دون کے معنی مقابل کر لئے جائیں تو کلام نہایت صاف ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابل نہ کوئی سفارشی ہے نہ وکیل، نہ کوئی حمایتی ہے نہ کوئی مددگار نہ کوئی دوست جو کوئی جو کچھ ہے وہ رب تعالیٰ کے ارادہ اور اسی کے حکم سے ہے لہٰذا جہاں بندوں سے ولایت، حمایت، مدد، دوستی کی نفی ہے وہاں رب تعالیٰ کے مقابل ہوکر ہے کہ رب تعالیٰ چاہے ہلاک کرنا اور یہ مدد کر کے بچالیں اور جہاں ان چیزوں کا بندوں کے لئے ثبوت ہے وہاں اذن الٰہی سے مدد نصرت وغیرہ ہے۔

اعتراض: ان آیات میں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے اللہ کے سواء ہی مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سواء غائبانہ مافوق الاسباب مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ ہی عقیدہ شرک ہے جن آیتوں میں اللہ کے بندوں کی مدد اور ولایت کا ثبوت ہے۔ وہاں حاضرین زندوں کی اسباب غائبانہ مدد مراد ہے۔ (جواہر القرآن)

جواب: یہ توجیہہ بالکل غلط ہے چند وجہوں سے ایک یہ کہ نفی مدد کی آیتوں میں کوئی قید نہیں ہے مطلق ہیں تم نے اپنے جیب سے اس میں تین قیدیں لگائیں غائبانہ، مافوق الاسباب، مردوں کی مدد، قرآن کی آیت خبر واحد سے بھی مقید نہیں ہوسکتی اور تم صرف اپنے گمان وہم سے مقید کر رہے ہو۔ اور اگر دون کو بمعنی مقابل لیا جاوے تو کوئی قید

www.sirat-e-mustaqeem.com

لگانی نہیں پڑتی۔

دوسرے یہ کہ تمہاری یہ تفسیر خود قرآن کی اپنی تفسیر کے خلاف ہے قرآن کی مذکورہ بالا آیات نے بتایا کہ یہاں دون بمعنی مقابل ہے۔ لہٰذا تمہاری یہ تفسیر تحریف ہے۔ تفسیر نہیں۔ تیسرے یہ کہ ان قیدوں کے باوجود آیت درست نہیں ہوتی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے بیٹھے ہوئے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مافوق الاسباب مدد فرمادی کہ انہیں دشمن کی خفیہ تدبیر سے مطلع فرمادیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کی مافوق الاسباب دور سے مدد فرمادی کہ اپنی قمیص کے ذریعہ باذن پروردگار ان کی آنکھیں روشن فرمادیں اور ظاہر ہے کہ قمیص آنکھ کی شفا کا سبب نہیں لہٰذا یہ مدد مافوق الاسباب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد ہماری مافوق الاسباب یہ مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں۔

اس قسم کی سینکڑوں مددیں ہیں جو اللہ کے پیاروں نے غائبانہ مافوق الاسباب فرمائیں۔ تمہاری اس تفسیر کی رو سے سب شرک ہوگئیں غرضیکہ تمہاری یہ تفسیر درست نہیں ہوسکتی۔ چوتھے یہ کہ تم اپنی قیدوں پر خود قائم نہ رہو گے۔ اچھا بتاؤ۔ اگر غائبانہ امداد تو منع ہے کیا حاضرانہ امداد جائز ہے تو بتاؤ کسی زندہ ولی سے اس کے پاس جا کر فرزند مانگنا یا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر پر جا کر حضور سے جنت مانگنا و دوزخ سے پناہ مانگنا جائز ہے تم اسے بھی شرک کہتے ہو تو تمہاری یہ قیدیں خود تمہارے مذہب کے خلاف ہیں بہرحال یہ قیود باطل ہیں ان آیات میں دون بمعنی مقابل ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

نذر و نیاز

قرآن کریم میں یہ لفظ بہت جگہ استعمال ہوا ہے نذر کے لغوی معنی ہیں ڈرانا یا ڈر سنانا۔ شرعی معنی ہیں غیر لازم عبادت کو اپنے پر لازم کر لینا، عرفی معنی ہیں نذرانہ و ہدیہ قرآن کریم میں یہ لفظ ان تینوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (پ ۲۲، فاطر: ۲۴)
ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دینے والا ڈر سنانے والا۔

﴿۲﴾اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ ○ (پ ۲۲، فاطر: ۲۴)
نہیں ہے کوئی جماعت مگر گذرے ان میں ڈرانے والے۔

﴿۳﴾اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ رَبِّکُمْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا (پ ۲۴، الزمر: ۷۱)
کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے جو تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے۔

﴿۴﴾فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی ○ (پ ۳۰، الیل: ۱۴)
اور ڈرایا میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے۔

﴿۵﴾اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ○ (پ ۲۵، الدخان: ۳)
ہم نے قرآن شریف اتارا برکت والی رات میں ہم ہیں ڈرانے والے۔

ان جیسی بہت سی آیات میں نذر لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے بمعنی ڈرانا، دھمکانا۔ اس معنی میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی آتا ہے اور انبیاء کرام کے لئے بھی اور علماء دین کے لئے بھی۔ یہ لفظ شرعی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ (پ۳،البقرۃ:۲۷۰)

جو کچھ تم خرچ کرو یا نذر مانو کوئی نذر، اللہ اسے جانتا ہے۔

﴿۲﴾ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (پ۳،ال عمرٰن:۳۵)

اے میرے رب میں نے نذر مانی تیرے لئے اس بچے کی جو میرے پیٹ میں ہے آزاد۔ پس قبول فرما مجھ سے۔

﴿۳﴾وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِo (پ۱۷،الحج:۲۹)

چاہیے کہ یہ لوگ اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر کا طواف کریں۔

﴿۴﴾اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّاo (پ۱۶،مریم:۲۶)

میں نے اللہ کے لئے روزے کی نذر مانی ہے پس آج کسی سے کلام نہ کروں گی۔

ان جیسی آیات میں نذر سے شرعی معنی مراد ہیں یعنی منت ماننا اور غیر ضروری عبادت کو لازم کر لینا یہ نذر عبادت ہے اس لئے خدا کے سوا کسی بندے کے لئے نہیں ہوسکتی اگر کوئی کسی بندے کی نذر مانتا ہے تو مشرک ہے کیونکہ غیر خدا کی عبادت شرک ہے چونکہ عبادت میں شرط یہ ہے کہ معبود کو الٰہ یعنی خدا یا خدا کے برابر مانا جائے، اس لئے اس نذر میں بھی یہی قید ہوگی کہ کسی کو خدا یا خدا کے برابر مان کر نذر مانی جائے، اگر ناذر کا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ جس کی نذر مانی اسے محض بندہ سمجھتا ہے تو وہ شرعی نذر نہیں اسی لئے فقہا نے اس نذر میں تقرب کی قید لگائی۔ تقرب کے معنی عبادت ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ اگر کوئی کسی بندے کے نام پر شرعی نذر کرے یعنی اس کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

الوہیت کا قائل ہو کر اس کی منت مانے تو اگرچہ یہ شخص مشرک ہوگا اور اس کا یہ کام حرام ہوگا مگر وہ چیز حلال رہے گی اس چیز کو حرام جاننا سخت غلطی ہے اور قرآن کریم کے خلاف۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (پ۷،المآئدۃ:۱۰۳)

نہیں بنایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام یہ مشرکین اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں۔

کفار عرب ان چار قسم کے جانور وصیلہ حام وغیرہ کو اپنے بتوں کے نام کی نذر کرتے تھے اور انہیں کھانا حرام جانتے تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کی تردید فرمادی اور فرمایا کہ یہ حلال ہیں جیسے آج کل ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے سانڈھ حلال ہیں۔ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔

﴿۲﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا (پ۸،الانعام:۱۳۶)

اور ٹھہرایا ان کافروں نے اللہ کا اس کھیتی اور جانوروں میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

﴿۳﴾وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ (پ۸،الانعام:۱۳۸)

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہے اسے نہ کھائے مگر وہ جسے ہم چاہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار عرب اپنے جانوروں کھیتوں میں بتوں کی نذر

www.sirat-e-mustaqeem.com

مان لیتے تھے اور کچھ حصہ بتوں کے نام پر نامزد کر دیتے تھے پھر انہیں کھانا یا تو بالکل حرام جانتے تھے جیسے بحیرہ، سائبہ جانور اور یا ان کے کھانے میں پابندی لگاتے تھے کہ مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں فلاں کھائے فلاں نہ کھائے۔ ان دونوں حرکتوں کی رب نے تردید ان آیات میں فرمادی:

﴿۱﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ (پ ۱٤، النحل: ۱۱٦)

اور نہ کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بتانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔

﴿۲﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا (پ ۱۱، یونس: ۵۹)

فرماؤ کہ بھلا دیکھو تو جو اللہ نے تمہارا رزق اتارا تم نے اس میں کچھ حلال بنایا کچھ حرام۔

﴿۳﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (پ ۸، الاعراف: ۳۲)

فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور ستھرا رزق۔

﴿٤﴾ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (پ ۸، الانعام: ۱٤۰)

ان کافروں نے حرام سمجھ لیا اسے جو اللہ نے انہیں رزق دیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے۔

﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (پ ۲، البقرۃ: ۱۷۲)

اے مسلمانو! کھاؤ وہ ستھری چیزیں جو ہم تمہیں رزق دیں اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿٦﴾وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (پ٨،الانعام:١١٨)

اور تمہارا کیا حال ہے کہ نہیں کھاتے اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔

﴿٨﴾اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (پ٢،البقرة:١٧٣)

اللہ نے صرف مردار کو اور خون کو اور سور کے گوشت کو اور اس جانور کو جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے تم پر حرام فرمایا۔

﴿٩﴾قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا ۢبِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (پ٨،الانعام:١٤٠)

بے شک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور جہالت سے قتل کر ڈالا اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کرلیا اللہ پر تہمت لگاتے ہوئے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کے اس عقیدے کی پرزور تردید فرمائی کہ جس جانور اور جس کھیتی وغیرہ کو بت کے نام پر لگا دیا جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ فرمایا: تم اللہ پر تہمت لگاتے ہو اللہ نے یہ چیزیں حرام نہ کیں تم کیوں حرام جانتے ہو، جس سے معلوم ہوا کہ بتوں کے نام کی نذر ماننا شرک تھا اور ان کا یہ فعل سخت جرم تھا مگر اس چیز کو حلال ٹھہرایا اس کے حرام جاننے پر عتاب کیا، اسے حلال رزق اور طیب روزی فرمایا۔ ان بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے جانوروں کے متعلق حکم فرمایا کہ اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ کافروں کی باتوں میں نہ آؤ۔ ایسے ہی آج بھی جس چیز کو غیر خدا کے نام پر شرعی طور پر نذر کر دیا جائے وہ بھی حلال طیب ہے اگرچہ یہ نذر شرک ہے۔

نذر کے تیسرے معنی عرفی ہیں یعنی کسی بزرگ کو کوئی چیز ہدیہ، نذرانہ، تحفہ پیش کرنا یا پیش کرنے کی نیت کرنا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو حضور غوث پاک رضی اللہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

تعالیٰ عنہ کے نام کی دیگ پکاؤں گا یعنی دیگ بھر کھانا خیرات کروں گا اللہ کے لئے اور ثواب اس کا سرکار بغداد کی روح شریف کو نذرانہ کروں گا یہ بالکل جائز ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسی نذریں بارگاہ رسالت میں مانی اور پیش کی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمائی ہیں نہ یہ کام حرام نہ چیز حرام۔ اسی کو عوام کی اصطلاح میں نیاز کہتے ہیں بمعنی نذرانہ۔ اس کا قرآن شریف میں بھی ثبوت ہے اور احادیث صحیحہ میں بھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ	کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر
وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ	ایمان لاتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ
قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ	کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا
اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ	ذریعہ سمجھتے ہیں یقیناً ان کیلئے باعث قرب
فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝	ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کریگا۔
(پ ۱۱، التوبۃ: ۹۹)	بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں بتایا کہ مؤمنین اپنے صدقہ میں دو نیتیں کرتے ہیں۔ ایک اللہ کی نزدیکی اور اس کی عبادت، دوسرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں لینا اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوش ہونا۔ یہ ہی فاتحہ بزرگان دینے والے، ان کی نذر ماننے والے کا مقصد ہوتا ہے کہ خیرات اللہ کے لئے ہو اور ثواب اس بزرگ کے لئے تاکہ ان کی روح خوش ہو کر ہمیں دعا کرے۔

اسی لئے عوام کہتے ہیں، نذر اللہ، نیاز حسین، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ سے بخیریت واپس تشریف لائے تو ایک لڑکی نے عرض کیا:

www.sirat-e-mustaqeem.com

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّی كُنْتُ نَذَرْتُ اِنْ رَدَّكَ اللّٰهُ صَالِحًا اَنْ اَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِ وَاَتَغَنّٰى بِهٖ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِیْ وَاِلَّا فَلَا . (مشکوۃ باب مناقب عمر)

(مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث ۶۰۴۸، المجلد الثانی، ص ۴۱۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضور میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ عزوجل آپ کو بخیریت واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں اور گاؤں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی ہے تو بجاؤ ورنہ نہیں۔

اس حدیث میں لفظ نذر اسی نذرانہ کے معنی میں ہے نہ کہ شرعی نذر کیونکہ گانا بجانا عبادت نہیں صرف اپنے سرور وخوشی کا نذرانہ پیش کرنا مقصود تھا جو سرکار میں قبول فرمایا گیا۔ یہ عرفی نذر ہے جو ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مانتی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے پورے کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

اسی مشکوۃ کے حاشیہ میں بحوالہ ملا علی قاری ہے وان كان السرور بمقدمه الشريف نفسه قربة. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب مناقب والفضائل، باب مناقب عمر رضی اللّٰہ عنہ، تحت الحدیث ۶۰۴۸، ج ۱۰، ص ۴۰۳، دار الفکر بیروت)

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر خوشی منانا عبادت ہے۔''

غرضکہ اس قسم کی عرفی نذریں عوام وخواص میں عام طور پر مروج ہیں۔ استاد، ماں، باپ، شیخ سے عرض کرتے ہیں کہ یہ نقدی آپ کی نذر ہے اسے شرک کہنا انتہا درجہ کی بیوقوفی ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

خاتم النبیین

لفظ خاتم ختم سے بنا ہے جس کے لغوی معنی ہیں مہر لگانا۔ اصطلاح میں اس کے معنی ہیں تمام کرنا، ختم کرنا، بند کرنا، کیونکہ مہر یا تو مضمون کے آخر پر لگتی ہے جس سے مضمون بند ہو جاتا ہے یا پارسل بند ہونے پر لگتی ہے جب نہ کوئی شے اس میں داخل ہو سکے نہ اس سے خارج، اسی لئے تمام ہونے کو ختم کہا جاتا ہے قرآن شریف میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ (پ ۱، البقرۃ:۷)
اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی۔

﴿۲﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (پ ۲۳، یٰسٓ:۶۵)
آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔

﴿۳﴾ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ (پ ۲۵، الشوریٰ:۲۴)
تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر رحمت و حفاظت کی مہر لگا دے۔

﴿۴﴾ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ○ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ (پ ۳۰، المطففین:۲۵)
نتھاری شراب پلائے جائیں گے جو مہر کی ہوئی ہے اس کی مہر مشک پر ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں ختم بمعنی مہر استعمال فرمایا گیا ہے کہ جب کفار کے دل و کان پر مہر لگ گئی تو نہ باہر سے وہاں ایمان داخل ہو نہ وہاں سے کفر باہر نکلے یوں ہی جنت میں شَرَابًا طَهُوْرًا ایسے برتنوں سے پلائی جائے گی جن پر حفاظت کے لئے

www.sirat-e-mustaqeem.com

مہر ہے تا کہ کوئی توڑ کر نہ باہر سے کوئی آمیزش کر سکے نہ اندر سے کچھ نکال سکے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (پ۲۲، الاحزاب: ۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اس جگہ خاتم عرفی معنی میں استعمال ہوا یعنی آخری اور پچھلا۔ لہٰذا اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا ناممکن ہے۔ اس معنی کی تائید حسب ذیل آیات سے ہوتی ہے اور ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

﴿۱﴾ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (پ۶، المآئدۃ: ۳)

آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔

﴿۲﴾ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (پ۳، ال عمرٰن: ۸۱)

پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں تو تم سب نبی ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

﴿۳﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (پ۴، ال عمرٰن: ۱۴۴)

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) رسول ہی ہیں ان سے پہلے سارے رسول گزر چکے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿٤﴾فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۝(پ٥،النساء:٤١)

تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ ونگہبان لائیں گے۔

ان آیتوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ایک یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دین مکمل ہے اور دین کے مکمل ہو چکنے کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں کی تصدیق کرتے ہیں کسی نبی کی بشارت یا خوشخبری نہیں دیتے اور پچھلے نبی کی تصدیق ہوتی ہے آئندہ کی بشارت اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو اس کے بشیر بھی ہوتے۔تیسرے یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سارے پیغمبروں اور ان کی امتوں پر گواہ ہیں لیکن کوئی نبی حضور کا گواہ یا حضور کی امت کا گواہ نہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔چوتھے یہ کہ سارے نبی آپ سے پہلے گزر چکے کوئی باقی نہیں رہا۔

اعتراض: خاتم النبیین کے معنی ہیں نبیوں سے افضل جیسے کہا کرتے ہیں فلاں شخص خَاتَمُ الشُّعَرَآءِ یا خَاتَمُ الْمُحَدِّثِیْنَ ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ شاعروں یا محدثوں میں آخری شاعر یا آخری محدث ہے بلکہ محدثوں میں افضل ہے۔نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا:"اَنْتَ خَاتَمُ الْمُهَاجِرِيْنَ"

(فضائل الصحابة لابن حنبل،باب فضائل ابی الفضل العباس بن عبدالمطلب، الحدیث١٨١٢، ج٢،ص٩٤١،مؤسسة الرسالة بیروت) "تم مہاجرین میں خاتم یعنی افضل ہو۔" نہ یہ معنی کہ آخری مہاجر ہو کیونکہ ہجرت تو قیامت تک جاری رہے گی لہٰذا آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں،ہاں آپ سب سے افضل ہیں اور خاتم النبیین کے معنی یہی ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

جواب: خاتم ختم سے بنا ہے جس کے معنی افضل نہیں ورنہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (پ ۱، البقرۃ:۷) کے معنی یہ ہوتے کہ اللہ نے کافروں کے دل افضل کر دیئے۔ جب ختم میں افضلیت کے معنی نہیں تو خاتم میں جو اس سے مشتق ہے یہ معنی کہاں سے آ گئے لوگوں کا کسی کو خاتم الشعراء کہنا مبالغہ ہوتا ہے گویا اب اس شان کا شاعر نہ آوے گا کہا کرتے ہیں فلاں پر شعر گوئی ختم ہوگئی۔ رب تعالیٰ کا کلام مبالغہ اور جھوٹ سے پاک ہے، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مہاجرین میں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی آخری مہاجر ہی کیونکہ ان کی ہجرت فتح مکہ کے دن ہوئی جس کے بعد یہ ہجرت بند ہوگئی لہٰذا وہاں بھی خاتم آخر کے معنی میں ہے۔

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْيَوْمِ آج کے بعد اب مکہ سے ہجرت نہ ہوگی، اگر وہاں خاتم کے معنی افضل ہوں تو لازم آئے گا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی افضل ہو جاویں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی مہاجر ہیں۔

اعتراض: اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کیوں آپ کے بعد آویں گے۔ آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہ چاہیے؟

جواب: آخری نبی کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے زمانہ یا آپ کے بعد کوئی نبی باقی نہ رہے۔ آخری اولاد کے معنی یہ ہیں کہ پھر کوئی بچہ پیدا نہ ہو، نہ یہ کہ پچھلے سب مر جاویں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا اب نبوت کی حیثیت سے نہ ہوگا بلکہ حضور کے امتی کی حیثیت سے یعنی وہ اپنے وقت کے نبی ہیں اور اس وقت کے امتی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

جیسے کوئی جج دوسرے جج کی کچہری میں گواہی دینے کے لئے جاوے تو وہ اگرچہ اپنے علاقہ میں جج ہے مگر اس علاقہ میں گواہ عیسیٰ علیہ السلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاقہ میں ان کے دین کی نصرت و مدد کرنے تشریف لاویں گے۔

نوٹ ضروری: جب ختم بمعنی مہر ہوتا ہے تو اس کے بعد علیٰ ضرور ہوتا ہے خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ جیسے کہ ہماری پیش کردہ آیات سے ظاہر ہے اور جب ختم بمعنی آخر ہونا یا تمام کرنا ہوگا تو علیٰ کی ضرورت نہیں خاتم النبین میں علی نہ ظاہر ہے نہ پوشیدہ لہٰذا یہاں آخری نبی مراد ہیں۔

نوٹ ضروری: خاتم النبیین کے معنی ''آخری نبی'' خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائے اور اس پر امت کا اجماع رہا اب آخری زمانہ میں مولوی محمد قاسم دیوبندی اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے نئے معنے ایجاد کئے یعنی اصلی نبی، افضل نبی اور ان اجماعی معنی کا انکار کیا اسی لئے ان دونوں پر عرب وعجم کے علماء نے فتویٰ کفر دیا اور جیسے قرآن مجید کے الفاظ کا انکار کفر ہے ویسے ہی اس کے اجماعی معنی کا انکار بھی کفر ہے اگر کوئی کہے کہ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (پ ۱، البقرۃ:۴۳) پر میرا ایمان ہے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ہیں مگر صلوٰۃ کے معنی نماز نہیں بلکہ اس کے معنے دعا ہیں۔ ہاں نماز بھی اس معنی میں داخل ہے اور زکوٰۃ کے معنی صدقہ واجبہ نہیں بلکہ اس کے معنی پاکی ہے ہاں صدقہ وخیرات بھی اس میں داخل ہے تو وہ کافر ہے کیونکہ اگرچہ وہ قرآن کے لفظوں کا انکار نہیں کرتا مگر متواتر معنی کا انکار کرتا ہے اس صورت میں خواہ نماز کو فرض ہی مانے مگر جب قرآن میں الصلوٰۃ کے معنی نماز نہیں کرتا تو وہ کافر ہے۔

نیز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سارے صفات کو ماننا ایمان کے لئے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ضروری ہے جیسے کہ حضور نبی ہیں، رسول ہیں، شفیع المذنبین ہیں اور رحمت للعالمین ہیں ایسے ہی آپ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہیں جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ماننا ضروری ہے اور نبوت کے وہی معنی ہیں جو مسلمان مانتے ہیں ایسے ہی آپ کو خاتم النبیّین اسی معنی سے ماننا ضروری ہے جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ نیز جیسے لا اله الا الله میں الٰہ نکرہ ہے نفی کے بعد تو معنی یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی طرح کا کوئی معبود نہیں، نہ اصلی نہ ظلی، نہ بروزی نہ مراتی نہ مذاتی۔ ایسے ہی "لانبی بعدی" میں نبی نکرہ نفی کے بعد ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی طرح کا نبی اصلی، نقلی، بروزی وغیرہ آنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا دوسرا الٰہ ہونا، جو کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان بھی مانے، وہ بھی کافر ہے لہٰذا دیوبندی اور قادیانی اس ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے دونوں مرتد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (پ ۱، البقرۃ:۱۳۷) اے صحابیو! اگر ایسا ایمان لائیں جیسا تمہارا ایمان ہے تو ہدایت پا جائینگے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ مانا لہٰذا نبی ماننا گمراہی ہے۔

دوسرا باب

قواعد قرآنیہ

پہلے باب میں معلوم ہو چکا کہ قرآن شریف میں ایک لفظ چند معنی میں آتا ہے، ہر مقام پر لفظ کے وہی معنی کرنا چاہئیں جو اس جگہ مناسب ہوں۔ اب ہم وہ قاعدے بیان کرتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے کہ لفظ کے معنے معلوم کرنے کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

قاعدے کیا ہیں؟ کیسے معلوم کریں کہ یہاں فلاں معنی ہیں۔ان قواعد کو بغور مطالعہ کرو تا کہ ترجمہ قرآن میں غلطی واقع نہ ہو۔

قاعدہ نمبر ۱

الف: جب وحی کی نسب نبی کی طرف ہوگی تو اسکے معنی ہوں گے رب تعالیٰ کا بذریعہ فرشتہ پیغمبر سے کلام فرمانا یعنی وحی الٰہی عرفی۔

ب: جب وحی کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس سے مراد ہوگا دل میں ڈالنا، خیال پیدا کر دینا۔الف کی مثال ان آیات میں ہے:

﴿۱﴾اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ (پ٦،النسآء:١٦٣)

بے شک ہم نے وحی کی تمہاری طرف جیسے وحی کی تھی نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں کی طرف۔

﴿۲﴾وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ (پ١٢،ھود:٣٦)

اور وحی کی گئی نوح کی طرف کہ اب ایمان نہ لائیگا مگر وہ جو ایمان لا چکے۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں وحی سے مراد ہے وحی ربانی جو پیغمبروں پر آتی ہے۔

''ب'' کی مثال یہ آیات ہیں:

﴿۱﴾وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ۝ (پ١٤،النحل:٦٨)

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِھِمْ (پ۸،الانعام:۱۲۱) اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

﴿۳﴾وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ (پ۲۰،القصص:۷) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں ڈال دیا کہ انہیں دودھ پلاؤ۔

ان آیتوں میں چونکہ وحی کی نسبت شہد کی مکھی یا موسیٰ علیہ السلام کی ماں یا شیطان کی طرف ہے اور یہ سب نبی نہیں اس لئے یہاں وحی نبوت مراد نہ ہوگی بلکہ فقط دل میں ڈال دینا مراد ہوگا کبھی وحی اس کلام کو بھی کہا جاتا ہے جو نبی سے بلا واسطہ فرشتہ ہو۔ جیسے اس آیت میں ہے۔

فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی o فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی o (پ۲۷،النجم:۹۔۱۰) پس ہوگئے وہ محبوب دو کمانوں کے فاصلہ پر اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی کی۔

معراج کی رات قرب خاص کے موقعہ پر جب فرشتہ کا واسطہ نہ رہا تھا جو رب تعالیٰ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہم کلامی ہوئی اسے وحی فرمایا گیا۔

قاعدہ نمبر ۲

الف: جب ''عبد'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد مخلوق عابد یا بندہ ہوتا ہے۔

ب: جب ''عبد'' کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی خادم نوکر ہوں گے۔

''الف'' کی مثال ان آیات میں ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (پ۱۵،بنیٓ اسرآءیل:۱)

پاک ہے وہ جو اپنے بندہ خاص کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

﴿۲﴾ وَاذْکُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ (پ۲۳،ص:۴۱)

اور یاد کرو ہمارے بندہ ایوب کو۔

﴿۳﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ (پ۱۵،بنیٓ اسرآءیل:۶۵)

میرے خاص بندوں پر اے ابلیس تیرا غلبہ نہ ہوگا۔

ان تمام آیتوں میں چونکہ عبد کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف ہے اس لئے یہاں ''عبد'' کے معنی بندۂ عابد ہوں گے۔

''ب'' کی مثال ان آیات میں ہے:

﴿۱﴾ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ (پ۱۸،النور:۳۲)

اور نکاح کردو ان میں سے ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق غلاموں اور لونڈیوں کا۔

﴿۲﴾ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ (پ۲۴،الزمر:۵۳)

فرمادو کہ اے میرے وہ غلاموجنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر مت ناامید ہواللہ کی رحمت سے

ان آیتوں میں چونک ''عبد'' کی نسبت بندوں کی طرف ہے اس لئے اس کے معنی مخلوق نہ ہوں گے بلکہ خادم، غلام ہوں گے لہٰذا عبدالنبی اور عبدالرسول کے معنی ہیں نبی کا خادم۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قاعدہ نمبر ۳

الف: جب رب کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد ہے حقیقی پالنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔

ب: جب کسی بندے کو رب کہا جاوے تو اس کے معنی ہوں گے مربی، محسن، پرورش کرنے والا۔

''الف'' کی مثال یہ آیات ہیں:

﴿۱﴾اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o (پ ۱، الفاتحة: ۱) — ساری حمدیں اللہ کے لئے ہیں جو جہان کا رب ہے۔

﴿۲﴾رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ o (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۲۶) — وہ اللہ تمہارا اور تمہارے پچھلے باپ دادوں کا رب ہے۔

﴿۳﴾قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o مَلِكِ النَّاسِ o (پ ۳۰، الناس: ۱، ۲) — فرمادو میں پناہ لیتا ہوں انسانوں کے رب کی۔

ان آیات میں چونکہ اللہ تعالیٰ کو رب کہا گیا لہٰذا اس سے مراد حقیقی پالنے والا ہے۔

''ب'' کی مثال ان آیتوں میں ہے:

﴿۱﴾اِرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (پ ۱۲، یوسف: ۵۰) — اپنے مربی (بادشاہ) کی طرف لوٹ جا پھر اس سے پوچھ کہ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے۔

﴿۲﴾قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ (پ ۱۲، یوسف: ۲۳) — فرمایا یوسف نے اللہ کی پناہ وہ بادشاہ میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان آیتوں میں چونکہ بندوں کو رب کہا گیا ہے اس لئے اس کے معنے مربی اور پرورش کرنے والا ہیں۔

قاعدہ نمبر ۴

الف: جب ''ضلال'' کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو اس کے معنی گمراہ ہوں گے۔

ب: جب ''ضلال'' کی نسبت نبی کی طرف ہو تو اس کے معنی وارفتہ محبت یا راہ سے ناواقف ہوں گے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ (پ۹،الاعراف:۱۸۶) جسے خدا گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔

﴿۲﴾غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَo(پ۱،الفاتحۃ:۷) ان کا راستہ نہ چلا جن پر غضب ہوا نہ گمراہوں کا۔

﴿۳﴾وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًاo (پ۱۵،الکھف:۱۷) جسے رب گمراہ کردے تم اس کیلئے ہادی رہبر نہ پاؤ گے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں چونکہ ضلال کا تعلق نبی سے نہیں غیر نبی سے ہے تو اس کے معنی ہیں گمراہی خواہ کفر ہو یا شرک یا کوئی اور گمراہی سب اس میں داخل ہوں گے۔

''ب'' کی مثالیں:

﴿۱﴾وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰىo (پ۳۰،الضحی:۷) اے محبوب رب نے تمہیں اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو اپنی راہ دے دی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ○ (پ۱۳،یوسف:۹۵)
وہ فرزندان یعقوب بولے کہ خدا کی قسم تم تو اپنی پرانی خود رفتگی میں ہو۔

﴿۳﴾قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ○(پ۱۹،الشعرآء:۲۰)
فرمایا موسیٰ نے کہ میں نے قبطی کو مارنے کا کام جب کیا تھا جب مجھے راہ کی خبر نہ تھی۔

یعنی نہ جانتا تھا کہ گھونسہ مارنے سے قبطی مرجائے گا۔ان جیسی تمام آیتوں میں ''ضلال'' کے معنی گمراہی نہیں ہوسکتے کیونکہ نبی ایک آن کے لئے گمراہ نہیں ہوتے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی○ (پ۲۷،النجم:۲)
تمہارے صاحب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

﴿۲﴾لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ (پ۸،الاعراف:۶۱)
حضرت شعیب نے فرمایا کہ مجھ میں گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ نبی گمراہ نہیں ہوسکتے۔آیت ۲ میں ''لکن'' بتارہا ہے کہ نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہوسکتی۔

قاعدہ نمبر ۵

الف: ''مکر'' یا ''خداع'' کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنے دھوکہ یا فریب نہ ہوں گے کیونکہ یہ عیب ہیں بلکہ اس کے معنی ہوں گے دھوکے کی سزا دینا یا خفیہ تدبیر کرنا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ب: جب اس کی نسبت بندوں کی طرف ہو تو مکر کے معنی دھوکہ، مکاری، دغا بازی اور خداع کے معنی فریب ہوں گے۔ ان دونوں کی مثالیں یہ ہیں۔

﴿۱﴾ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (پ ۵، النسآء: ۱۴۲)
وہ اللہ کو دھوکا دیا چاہتے ہیں اور رب انہیں سزا دے گا یا رب ان پر خفیہ تدبیر فرمائے گا۔

﴿۲﴾ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ (پ ۱، البقرۃ: ۹)
منافقین دھوکہ دیا چاہتے ہیں اللہ کو اور مسلمانوں کو اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو۔

﴿۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۝ (پ ۳، ال عمرٰن: ۵۴)
اور منافقوں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے خلاف خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تمام تدبیریں کرنے والوں میں بہتر ہے۔

ان تمام آیتوں میں جہاں مکر یا خداع کا فاعل کفار ہیں۔ اس سے مراد دھوکا فریب ہے اور جہاں اس کا فاعل رب تعالیٰ ہے وہاں مراد یا تو مکر کی سزا ہے یا خفیہ تدبیر۔

قاعدہ نمبر ۶

الف: جب ''تقویٰ'' کی نسبت رب کی طرف ہو تو اس سے مراد ڈرنا ہوگا۔

ب: جب ''تقویٰ'' کی نسبت آگ یا کفر یا گناہ کی طرف ہو تو اس سے مراد بچنا ہوگا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ (پ ۴، النسآء: ۱)
اے لوگو! ڈرو اپنے اس رب سے جس نے تمہیں پیدا کیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (پ۱،البقرة:۲٤)

اور بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

پہلے "اِتَّقُوْا" کے معنی ڈرنا ہے کیونکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور دوسرے "اِتَّقُوْا" کے معنی بچنا ہے کیونکہ اس کے بعد آگ کا ذکر ہے۔

قاعدہ نمبر ۷

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

الف: جب "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" عبادت کے ساتھ آوے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے سواء۔

ب: جب "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" مدد، نصرت، ولایت، دعا بمعنی پکارنا کے ساتھ آوے۔ تو اس کے معنی ہوں گے اللہ کے مقابل یعنی اللہ کے سواء وہ لوگ جو اللہ کے مقابل ہیں۔ "الف" کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (پ۱۷،الانبیآء:۹۸)

تم اور وہ چیزیں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو دوزخ کا ایندھن ہیں۔

﴿۲﴾وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (پ۱۸،المؤمنون:۱۱۷)

اور جو کوئی اللہ کے سوا دوسرے معبود کو پوجے۔

﴿۳﴾وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۝ (پ۲۹،الجن:۱۸)

بے شک مسجدیں اللہ کی ہیں تو تم خدا کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان جیسی تمام آیتوں میں "مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ" کے معنی اللہ کے سوا ہیں کیونکہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں۔ "ب" کی مثال یہ آیات ہیں:

﴿۱﴾وَمَا لَكُم مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيۡرٍ ○ (پ ۱، البقرۃ:۱۰۷)

اور تمہارا اللہ کے مقابل نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

﴿۲﴾اَمۡ لَهُمۡ اٰلِهَةٌ تَمۡنَعُهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِنَا (پ ۱۷، الانبیآء:۴۳)

کیا ان کے پاس ایسے معبود ہیں جو ہمارے مقابل انہیں بچالیں۔

﴿۳﴾ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِیۡ وَكِيۡلًا ○ (پ ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۲)

میرے مقابل کسی کو وکیل نہ بناؤ۔

﴿۴﴾اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ (پ ۲۴، الزمر:۴۳)

بلکہ بنالئے انہوں نے اللہ کے مقابل حمایتی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں "مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ" سے مراد اللہ کے مقابل ہوگا یعنی اللہ کے مقابل تمہارا کوئی مددگار، ناصر، سفارشی، وکیل نہیں جو رب سے مقابلہ کر کے تمہیں اس کے عذاب سے بچالے۔ اگر ان آیات میں اس کے معنی اللہ کے سوا کئے گئے یعنی خدا کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں تو ان آیتوں سے تعارض ہوگا جن میں بندوں کو مددگار بتایا گیا ہے جیسا کہ پہلے باب میں گزر چکا۔ اس معنی کی تائید ان آیتوں سے ہو رہی ہے:

﴿۱﴾مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَعۡصِمُكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ اِنۡ اَرَادَ بِكُمۡ سُوۡٓءًا (پ ۲۱، الاحزاب:۱۷)

وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچالے اگر وہ تمہاری برائی چاہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (پ٤،ال عمرٰن:١٦٠)

اور اگر تمہیں رب رسوا کرے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے۔

ان آیتوں نے بتایا کہ کوئی بندہ رب کے خلاف ہو کر اس کے مقابل رب سے کسی کو نہ بچا سکے نہ کسی کی مدد کر سکے ہاں اس کے ارادے، اس کے اذن سے بندے ولی بھی ہیں، شفیع بھی ہیں، مددگار بھی ہیں، وکیل بھی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۸

الف: جب ''ولی'' رب کے مقابل آوے تو اس سے مراد معبود یا مالک حقیقی ہے اور ایسا ولی اختیار کرنا شرک وکفر ہے۔

ب: جب ''ولی'' رب کے مقابل نہ ہو تو اس سے مراد دوست یا مددگار، وغیرہ ہیں۔ ''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ (پ١٦،الکھف:١٠٢)

کیا کافروں نے سمجھ رکھا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا معبود بنائیں۔

﴿۲﴾مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا (پ٢٠،العنکبوت:٤١)

ان کی مثال جنہوں نے خدا کے سوا کوئی معبود بنالیا مکڑی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا۔

﴿۳﴾وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ (پ٢٣،الزمر:٣)

اور وہ جنہوں نے اللہ کے سوا کوئی معبود بنالئے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان جیسی آیتوں میں ولی بمعنی معبود ہے یا مالک حقیقی۔ ''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَo (پ٦، المآئدۃ:٥٥)

تمہارا دوست یا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

﴿۲﴾وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًاo (پ٥، النسآء:٧٥)

پس ہمارے لئے اپنی طرف سے ولی بنادے اور ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار مقرر فرمادے۔

ان جیسی آیات میں ''ولی'' سے مراد معبود نہیں، بلکہ دوست یا مددگار وغیرہ مراد ہیں کیونکہ یہاں رب کے مقابل ولی نہیں فرمایا گیا ہے اس کی پوری تحقیق پہلے باب میں ''ولی'' کے بیان میں گزر چکی ہے۔

قاعدہ نمبر ۹

الف: جب ''دعا'' کے بعد دشمنِ خدا کا ذکر ہو یا دعا کا فاعل کافر ہو یا دعا پر رب تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہو یا دعا کرنے والوں کو رب تعالیٰ نے کافر، مشرک، گمراہ فرمایا ہو تو دعا سے مراد عبادت، پوجنا وغیرہ ہوگا نہ کہ محض پکارنا یا بلانا۔

ب: جب ''دعا'' کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو وہاں اس کے معنی پکارنا، پوجنا، دعا مانگنا ہوگا حسب موقع معنی کئے جائیں گے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (پ۲۶،الاحقاف:۵)

اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو خدا کے سوا ایسوں کو پوجے جو اس کی قیامت تک نہ سنیں۔

﴿۲﴾وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۝(پ۲۹،الجن:۱۸)

بے شک مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

﴿۳﴾هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ (پ۲۴،المؤمن:۶۵)

وہ ہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں بس اسے پوجو۔

ان جیسی تمام آیات میں ''دعا'' کے معنی پوجنا ہیں پکارنا یا بلانا نہیں۔ معنی یہ ہوں گے کہ خدا کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی کو نہ پکارو یا نہ بلاؤ۔

''ب'' کی مثال یہ آیات ہیں:

﴿۱﴾اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (پ۸،الاعراف:۵۵)

اپنے رب سے دعا مانگو عاجزی سے پوشیدہ۔

﴿۲﴾اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (پ۲،البقرۃ:۱۸۶)

دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا مانگتے ہیں۔

ان جیسی آیات میں دعا سے مراد دعا مانگنا بھی ہوسکتا ہے اور پوجنا بھی، پکارنا بھی، ایک ہی لفظ مختلف موقعوں پر مختلف معانی میں ہوتا ہے اگر بے موقع معنی کئے جاویں تو کبھی کفر لازم آجاتا ہے اس کی تحقیق پہلے باب میں دعا کے بیان میں گزر چکی۔

قاعدہ نمبر ۱۰

الف: جب ''شرک'' کا مقابلہ ایمان سے ہوگا تو شرک سے مراد ہر کفر ہوگا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ب: جب ''شرک'' کا مقابلہ اعمال سے ہوگا تو شرک سے مراد مشرکوں کا سا کام ہوگا نہ کہ کفر۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (پ۲، البقرۃ:۲۲۱) — مومن غلام مشرک یعنی کافر سے بہتر ہے۔

﴿۲﴾ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا (پ۲، البقرۃ:۲۲۱) — مشرک یعنی کسی کافر سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔

﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (پ۵، النسآء:۴۸) — بے شک اللہ مشرک کو نہ بخشے گا اس کے سوا جسے چاہے بخش دے گا۔

ان تمام آیتوں میں شرک سے مراد کفر ہے کیوں کہ مومنہ کا کسی کافر مرد سے نکاح جائز نہیں۔ کوئی کفر جس پر انسان مر جاوے بخشا نہ جاوے گا۔ مومن ہر کافر سے بہتر ہے۔ اگر یہاں شرک کے معنی صرف بت پرستی کیا جاوے تو غلط ہوگا۔

''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝ (پ۲۱، الروم:۳۱) — نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو۔

اس آیت میں اور اس حدیث میں مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ یہ ہی مراد ہے کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں، کافروں کا سا کام ہے کیوں کہ نماز نہ پڑھنا گناہ تو ہے کفر یا شرک نہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قاعدہ نمبر ۱۱

الف: جب ''صلوٰۃ'' کے بعد ''علیٰ'' آوے تو اس کے معنی رحمت یا دعاءِ رحمت ہوں گے یا نماز جنازہ۔

ب: جب ''صلوٰۃ'' کے بعد ''علیٰ'' نہ آوے تو صلوٰۃ کے معنی نماز ہوں گے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ (پ ۲۲، الاحزاب:۴۳)

وہ اللہ ہے جو تم پر رحمت کرتا ہے اور اس کے فرشتے دعاءِ رحمت کرتے ہیں۔

﴿۲﴾ وَصَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (پ ۱۱، التوبۃ:۱۰۳)

آپ ان کے لئے دعا کریں۔ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔

﴿۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (پ ۱۰، التوبۃ:۸۴)

ان منافقوں میں سے کسی پر نہ آپ نماز جنازہ پڑھیں نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ (پ ۲۲، الاحزاب:۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد دعا یا رحمت یا نماز جنازہ ہی مراد ہوگا کیونکہ کہ ان میں صلوٰۃ کے بعد ''علیٰ'' آرہا ہے۔

''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (پ ۱، البقرۃ:۴۳)

نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○ بے شک نماز مسلمانوں پر وقت کے مطابق واجب ہے۔

(پ ۵، النسآء:۱۰۳)

ان جیسی تمام آیتوں میں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے کیونکہ یہاں صلوٰۃ سے علیٰ کا تعلق نہیں دوسری آیت میں اگر چہ ''علیٰ'' ہے مگر علیٰ کا تعلق کتاباً سے ہے، نہ کہ صلوٰۃ سے لہٰذا یہاں بھی مراد نماز ہی ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۲

مُردوں کا سننا

جب قرآن شریف میں مُردے، اندھے، بہرے، گونگے، قبر والے کے ساتھ نہ لوٹنے، نہ ہدایت پانے، نہ سنانے وغیرہ کا ذکر ہوگا تو ان لفظوں سے مراد کافر ہونگے یعنی دل کے مردے، دل کے اندھے وغیرہ عام مردے وغیرہ مراد نہ ہوں گے اور ان کے نہ سنانے سے مراد ان کا ہدایت نہ پانا ہوگا نہ کہ واقع میں نہ سننا۔ اور ان آیات کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ان دل کے مردے، اندھے، بہرے کافروں کو نہیں سنا سکتے جس سے وہ ہدایت پر آجاویں یہ مطلب نہ ہوگا کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے مثال یہ ہے۔

﴿۱﴾ صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ○ (پ ۱، البقرۃ:۱۸) یہ کافر بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ نہ لوٹیں گے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (پ ۲۰،النمل:۸۰)

تم ان مردوں (کافروں) کو نہیں سنا سکتے اور نہ تم بہروں کو سنا سکتے ہو۔

﴿۳﴾وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا۝(پ ۱۵،بنیٓ اسرآء یل:۷۲)

جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستے سے بہکا ہوا ہے۔

یہ آیات قرآن شریف میں بہت جگہ آئی ہیں اور ان سب میں مردوں، اندھوں، بہروں سے مراد کفار ہی ہیں نہ کہ ظاہری آنکھوں کے اندھے اور بے جان مردے۔ان آیات کی تفسیر ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

﴿۱﴾اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ (پ ۲۰،النمل:۸۰،۸۱)

بے شک تم نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہ سنا سکتے ہو بہروں کو جب پھریں پیٹھ دے کر اور نہ تم اندھوں کو ہدایت کرنے والے ہو۔نہیں سنا سکتے تم مگر ان کو جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

اس آیت میں مردے اور اندھے، بہرے کا مقابلہ مومن سے کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مردوں سے مراد کافر ہیں۔

﴿۲﴾وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ؕ اُولٰٓئِکَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍۢ بَعِیْدٍ۝ (پ ۲۴،حٰمٓ السجدۃ:۴۴)

اور جو ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ٹینٹ ہیں اور وہ ان پر اندھا پن ہے گویا وہ دور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت نے بتایا کہ کافر گویا اندھا، بہرا ہے۔

﴿۳﴾اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّھُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَھُمْo (پ۲۶،محمد:۲۳)

یہ کفار وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کردی پس انہیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لعنت سے آدمی اندھا، بہرا ہوجاتا ہے یعنی دل کا اندھا، بہرا۔

﴿٤﴾وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَآ ق اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِھَۃً یُّعْبَدُوْنَo (پ۲۵،الزخرف:۴۵)

جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان سے پوچھئے کہ کیا ہم نے اللہ کے سوا اور معبود بنائے ہیں جن کی پوجا کی جاوے۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ کے پیارے بندے وفات کے بعد سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ اگر گزشتہ وفات یافتہ پیغمبر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہ سنتے یا جواب نہ دیتے تو ان سے پوچھنے کے کیا معنی تھے۔ مردوں کے سننے کی اور آیات بھی ہیں جو پہلے باب میں دعا کے معنی میں بیان کی جاچکیں۔

ہماری ان مذکورہ آیتوں نے بتادیا کہ جہاں مردوں کے سننے سنانے کی نفی کی گئی ہے وہاں مردوں سے مراد کافر ہیں۔ ان آیتوں سے یہ ثابت کرنا کہ مردے سنتے نہیں بالکل جہالت ہے ورنہ التحیات میں حضور کو سلام اور قبرستان میں مردوں کو سلام نہ کرایا جاتا کیونکہ نہ سننے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ اسی لئے سوتے ہوئے کو سلام نہیں کرسکتے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قاعدہ نمبر ۱۳

جب مومن کو ایمان کا حکم دیا جائے یا نبی کو تقویٰ کا حکم ہو تو اس سے مراد ایمان اور تقویٰ پر قائم رہنا ہوگا کیونکہ وہاں ایمان وتقویٰ تو پہلے ہی موجود ہے اور تحصیل حاصل محال ہے۔اس کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا — اے ایمان والو! ایمان لاؤ یعنی ایمان پر قائم رہو۔ (پ ۵،النسآء:۱۳۶)

﴿۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ — اے نبی اللہ سے ڈرو یعنی اللہ سے ڈرتے جاؤ۔ (پ ۲۱،الاحزاب:۱)

﴿۳﴾ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ — اے مومنو! اللہ ورسول پر ایمان لاؤ یعنی ایمان پر قائم رہو۔ (پ ۲۷،الحدید:۷)

ان جیسی تمام آیات میں ایمان وتقویٰ پر استقامت مراد ہے تاکہ ترجمہ درست ہو، نیز مسلمانوں کو احکام عمل کرنے کے لئے دیئے جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو احکام اس لئے دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ عمل کرائیں۔جیسے جہاز کے مسافر پار اترنے کے لئے جہاز میں سوار ہوتے ہیں اور کپتان پار اتارنے کے لئے وہاں بیٹھتا ہے اسی لئے مسافر کرایہ دے کر اور کپتان تنخواہ لے کر سوار ہوتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۴

الف: جب ''خلق'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد پیدا کرنا ہوگی یعنی نیست کو ہست کرنا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ب: جب ''خلق'' کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس سے مراد ہوگی بنانا، گھڑنا۔

''الف'' کی مثال یہ آیات ہیں:

﴿۱﴾ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (پ ۲۹، الملك: ۲)

اللہ نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تا کہ تمہارا امتحان کرے کہ کون اچھے عمل والا ہے۔

﴿۲﴾ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (پ ۷، الانعام: ۱۰۱)

اور پیدا کیا اللہ نے ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

﴿۳﴾ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (پ ۱، البقرة: ۲۱)

اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تم سے پہلے والوں کو۔

ان جیسی تمام آیتوں میں ''خلق'' کے معنی پیدا کرنا ہے کیونکہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔

''ب'' کی مثال یہ ہے۔

﴿۱﴾ اَنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ (پ ۳، ال عمرٰن: ۴۹)

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی شکل۔

﴿۲﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا (پ ۲۰، العنكبوت: ۱۷)

تم خدا کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو۔

﴿۳﴾ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ○ (پ ۱۸، المؤمنون: ۱۴)

پس بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قاعدہ نمبر ۱۵

الف: حکم، گواہی، وکالت، حساب لینا، مالک ہونا۔ ان چیزوں کو جہاں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے وہاں حقیقی، دائمی، مستقل مراد ہوگا مثلاً کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے یا خدا کے سواء کسی کو وکیل نہ بناؤ تو مراد حقیقی دائمی مالک و مستقل وکیل ہے۔

ب: جب ان چیزوں کو بندوں کی طرف نسبت کیا جاوے تو ان سے مراد عارضی، عطائی، مجازی ہوں گے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ — نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کا۔
(پ۷، الانعام:۵۷)

﴿۲﴾ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ○ — اور اللہ ہی کافی گواہ ہے۔
(پ۵، النسآء:۷۹)

﴿۳﴾ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ○ — میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ۔
(پ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۲)

﴿۴﴾ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ○ — آپ کا رب کافی وکیل ہے۔
(پ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۶۵)

﴿۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ○ — ہم نے آپ کو ان کافروں پر وکیل بنا کر نہ بھیجا۔
(پ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۵۴)

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿٦﴾ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ○ (پ٧،الانعام:١٠٧) — آپ ان کافروں پر وکیل نہیں۔

﴿٧﴾ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○ (پ٤،النسآء:٦) — اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

﴿٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ (پ٤،ال عمرٰن:١٢٩) — صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

﴿٩﴾ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○ (پ٢٩،المزمل:٩) — پس اللہ تعالیٰ ہی کو وکیل بناؤ۔

ان جیسی ساری آیتوں میں حقیقی مالک، حقیقی وکیل، حقیقی گواہ، حقیقی حساب لینے والا مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی حاکم نہیں، کوئی حقیقی مالک، حقیقی وکیل، حقیقی گواہ نہیں جیسے کہ سکندر نامے میں ہے ؎

پناہ بلندی و پستی توئی
ہمہ نیست اند، آنچہ ہستی توئی

''ب'' کی مثال ان آیات میں ہے:

﴿١﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (پ٥،النسآء:٣٥) — اور اگر تم خاوند و بیوی کی مخالفت کا اندیشہ کرو تو ایک حکم پنچ خاوند والوں کی طرف سے اور دوسرا حکم پنچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (پ۵،النسآء:۵۸)

اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت (فیصلہ) کرو تو انصاف سے کرو۔

﴿۳﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (پ۵،النسآء:۶۵)

پس آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہ ہوں گے، یہاں تک کہ آپ کو اپنے اختلافات میں حاکم مان لیں۔

﴿۴﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ (پ۱،البقرۃ:۱۸۸)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ لے جاؤ۔

﴿۵﴾ وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (پ۲۸،الطلاق:۲)

اور اپنے میں سے دو پرہیزگاروں کو گواہ بناؤ۔

﴿۶﴾ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (پ۱۵،بنیٓ اسرآءیل:۱۴)

آج تو اپنے پر خود ہی کافی حساب لینے والا ہے۔

﴿۷﴾ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (پ۵،النسآء:۲۴)

اور حرام ہیں تم پر شوہر والی عورتیں سواء ان کے جن کے تم مالک ہو۔

﴿۸﴾ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ (پ۳،البقرۃ:۲۸۲)

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۹﴾ شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ

تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں سے کسی کو موت آوے وصیت کرتے وقت تو تم میں سے دو معتبر شخص ہیں۔

(پ۷،المآئدۃ:۱۰۶)

ان جیسی تمام آیتوں میں عارضی، غیر مستقل، عطائی ملکیت، گواہی، وکالت، حکومت، حساب لینا، بندوں کے لئے ثابت کیا گیا ہے یعنی اللہ کے بندے مجازی طور پر حاکم ہیں، وکیل ہیں، گواہ ہیں لہٰذا آیات میں تعارض نہیں، جیسے سمیع، بصیر، حی وغیرہ اللہ کی صفتیں ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (پ۱۵، بنی اسراءیل:۱) اللہ تعالیٰ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے اور بندوں کی بھی صفتیں یہ ہیں۔ فرماتا ہے: فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا (پ۲۹،الدھر:۲)۔ ہم نے انسان کو سننے والا، دیکھنے والا بنادیا، اللہ کا سننا، دیکھنا۔ دائمی، غیر محدود، مستقل، ذاتی ہے اور بندوں کا دیکھنا، سننا، زندہ ہونا۔ عارضی، محدود، عطائی، غیر مستقل ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کا نام بھی ''علی'' ہے۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (پ۳،البقرۃ:۲۵۵) اور حضرت علی مرتضی کا نام علی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ''مولنا'' اَنْتَ مَوْلٰنَا (پ۳،البقرۃ:۲۸۶) اور عالموں کو مولانا صاحب کہا جاتا ہے مگر اللہ کا علی یا مولیٰ ہونا اور طرح کا ہے اور بندوں کا علی اور مولیٰ ہونا کچھ اور قسم کا یہ فرق ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۶

الف: جہاں علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا جاوے یا اس کی بندوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے نفی کی جاوے تو اس علم غیب سے ذاتی، دائمی، جمیع علوم غیبیہ، قدیمی مراد ہوگا۔

ب: جہاں علم غیب بندوں کے لئے ثابت کیا جاوے یا کسی نبی کا قول قرآن میں نقل کیا جاوے کہ فلاں پیغمبر نے فرمایا کہ میں غیب جانتا ہوں وہاں مجازی، حادث، عطائی علم غیب مراد ہوگا جیسا کہ قاعدہ نمبر ۱۵ میں دیگر صفات کے بارے میں بیان کر دیا گیا۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ (پ ۲۰، النمل: ٦٥)

تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔

﴿۲﴾ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ (پ ۷، الانعام: ٥٩)

اس رب کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (پ ۲۱، لقمٰن: ٣٤)

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

﴿٤﴾ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (پ ۲۱، لقمٰن: ٣٤)

اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔

﴿٥﴾ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ (پ ۹، الاعراف: ١٨٨)

اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا۔

ان جیسی تمام آیات میں علم غیب ذاتی یا قدیمی یا مستقل مراد ہے اس کی نفی

www.sirat-e-mustaqeem.com

بندوں سے کی جارہی ہے۔ب کی مثال یہ آیات ہیں:

﴿۱﴾ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (پ۱،البقرۃ:۲،۳)

قرآن ان پرہیزگاروں کا ہادی ہے جو غیب پر ایمان لائیں (ظاہر ہے کہ غیب پر ایمان جان کر ہی ہوگا)

﴿۲﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (پ۲۹،الجن:۲۶،۲۷)

اللہ غیب کا جاننے والا ہے پس نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا پسندیدہ رسول کے۔

﴿۳﴾ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (پ۵،النسآء:۱۱۳)

اور سکھا دیا آپ کو وہ جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

﴿۴﴾ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۸،الاعراف:۶۲)

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ جانتا ہوں میں اللہ کی طرف سے وہ جو آپ نہیں جانتے

﴿۵﴾ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (پ۳،ال عمران:۴۹)

اور خبر دیتا ہوں میں تمہیں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو جمع کرتے ہو۔

﴿۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ (پ۱۳،یوسف:۳۷)

یوسف علیہ السلام نے فرمایا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آئیگا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا یہ ان علموں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۷﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ○ اور وہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں۔

(پ ۳۰، التکویر: ۲۴)

ان جیسی تمام آیتوں میں علم غیب عطائی، غیر مستقل، حادث، عارضی مراد ہے کیونکہ یہ علم غیب بندہ کی صفت ہے جب بندہ خود غیر مستقل اور حادث ہے تو اس کی تمام صفات بھی ایسی ہی ہوں گی۔

قاعدہ نمبر ۱۷

الف: جن آیتوں میں شفاعت کی نفی ہے وہاں یا تو دھونس کی شفاعت مراد ہے یا کفار کے لئے شفاعت یا بتوں کی شفاعت مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے جبراً شفاعت کوئی نہیں کرسکتا یا کافروں کی شفاعت نہیں یا بت شفیع نہیں۔

ب: جہاں قرآن شریف میں شفاعت کا ثبوت ہے وہاں اللہ کے پیاروں کی مومنوں کے لئے محبت والی شفاعت بالاذن مراد ہے یعنی اللہ کے پیارے بندے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے محبوبیت کی بنا پر بخشوائیں گے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (پ ۳، البقرۃ: ۲۵۴)

وہ قیامت کا دن جس میں نہ خرید وفروخت ہے نہ دوستی نہ شفاعت۔

﴿۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ (پ ۱، البقرۃ: ۱۲۳)

اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑ دیں اور نہ اسے کوئی شفاعت نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ ○ (پ۲۹،المدثر:۴۸)
پس نہ نفع دے گی ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت۔

﴿۴﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ (پ۲۴،الزمر:۴۳)
کیا کافروں نے اللہ کے مقابل سفارشی بنا رکھے ہیں۔

﴿۵﴾ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ○ (پ۲۴،المؤمن:۱۸)
اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

﴿۶﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (پ۲۵،الزخرف:۸۶)
شفاعت کا اختیار نہیں سواء ان کے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

﴿۷﴾ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ (پ۲۱،السجدۃ:۴)
اللہ سے الگ ہو کر نہ تمہارا کوئی دوست ہے نہ سفارشی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں کفار کی شفاعت، بتوں کی شفاعت، جبری شفاعت کا انکار ہے۔ ان آیتوں کو نبیوں، ولیوں یا مومنوں کی شفاعت سے کوئی تعلق نہیں۔

ب کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (پ۱۱،التوبۃ:۱۰۳)
اور آپ انہیں دعا دیں بے شک آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے۔

﴿۲﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (پ۳،البقرۃ:۲۵۵)
وہ کون ہے جو رب کے نزدیک اس کی بے اجازت شفاعت کرے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾ لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ (پ۱۶،مریم:۸۷)

یہ لوگ شفاعت کے مالک نہیں سواء ان کے جنہوں نے رب کے نزدیک عہد لے لیا ہے۔

﴿۴﴾ وَلَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی (پ۱۷،الانبیآء:۲۸)

یہ حضرات نہ شفاعت کریں گے مگر اس کی جس سے رب راضی ہوا (مومن کی)۔

﴿۵﴾ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ○ (پ۱۶،طٰہٰ:۱۰۹)

شفاعت نفع نہ دے گی مگر ان کو جس کے لئے رب نے اجازت دی اور اس کے کلام سے رب راضی ہوا۔

ان جیسی بہت سی آیتوں میں مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جو اللہ کے پیارے بندے کریں گے تاکہ آیات میں تعارض نہ ہو۔

نوٹ ضروری: جس حدیث میں ارشاد ہے کہ سنت چھوڑنے والا شفاعت سے محروم ہے۔اس سے بلندی درجات کی شفاعت مراد ہے یعنی اس کے درجے بلند نہ کرائے جائیں گے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ گناہ کبیرہ والوں کے لئے شفاعت ہے یعنی بخشش کی شفاعت، نیز بعض روایات میں ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے جانور اور مال کندھے پر لادے ہوئے حاضر بارگاہ نبوی ہوں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے مگر انہیں شفاعت سے منع کر دیا جاوے گا۔اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے منکر ہو کر کافر ہو گئے تھے اور کافر کی شفاعت نہیں جیسے خلافت صدیقی میں بعض لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو گئے یا مراد ہے شفاعت نہ کرنا نہ کہ نہ کر سکنا، اس کا بہت خیال چاہیے یہاں بہت دھوکا لگتا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قاعدہ نمبر ۱۸

الف: جب غیر خدا کو پکارنے سے منع فرمایا جاوے، یا پکارنے والوں کی برائی بیان ہو تو اس پکارنے سے مراد معبود سمجھ کر پکارنا ہے یعنی پوجنا۔

ب: جہاں غیر خدا کو پکارنے کا حکم ہے یا اس پکارنے پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو تو اس سے مراد بلانا یا پکارنا ہی ہوگا۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ۲۶،الاحقاف:۵)

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا پوجے۔

﴿۲﴾ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝

اور اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پوجو۔

(پ۲۹،الجن:۱۸)

ان جیسی صدہا آیتوں میں دعا کے معنی پوجنا ہے یعنی معبود سمجھ کر پکارنا نہ کہ محض پکارنا۔

''ب'' کی مثال ان آیات میں ہے:

﴿۱﴾ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ۱۱،یونس:۳۸)

اللہ کے سوا جس کو طاقت رکھتے ہو بلا لو۔

﴿۲﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ

پکارو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے۔

(پ۲۱،الاحزاب:۵)

ان جیسی صدہا آیات میں دعا کے معنی پکارنا یا بلانا ہے۔ اس کی پوری تحقیق پہلے باب میں دعا کی بحث میں گذر چکی، وہاں مطالعہ کرو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قاعدہ نمبر ۱۹

الف: جب غیر خدا کو ولی بنانے سے منع کیا جائے یا ولی ماننے والوں پر ناراضگی اور عتاب ہو یا ایسے کو مشرک کافر کہا جائے تو ولی سے مراد معبود یا رب کے مقابل مددگار ہوگا یا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ قیامت میں کافروں کا مددگار کوئی نہیں۔

ب: جب غیر خدا کو ولی بنانے کا حکم دیا جاوے یا اس پر ناراضگی کا اظہار نہ ہو تو ولی سے مراد دوست، مددگار باذن اللہ یا قریب ہوگا۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ (پ۲۵، الشوریٰ:۸)

اور ظالموں کیلئے نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔

﴿۲﴾ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ (پ۱، البقرۃ:۱۰۷)

اللہ کے مقابل تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔

ان جیسی صدہا آیتوں میں اللہ کے مقابل مددگار مراد ہے، ایسا مددگار ماننا کفر ہے۔

''ب'' کی مثال ان آیات میں ہے:

﴿۱﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ○ (پ۶، المآئدۃ:۵۵)

تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

﴿۲﴾ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ○ (پ۷، النسآء:۷۵)

ہمارے لئے اپنی طرف سے دوست بنا اور ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار بنادے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان جیسی بے شمار آیتوں میں اللہ کے اذن سے مددگار مراد ہیں۔اس کی پوری تفصیل پہلے باب میں ولی کی بحث میں گذر چکی۔وہاں مطالعہ کرو۔

قاعدہ نمبر ۲۰

الف: جہاں وسیلہ کا انکار ہے وہاں بتوں کا وسیلہ یا کفار کے لئے وسیلہ مراد ہے۔یا وہ وسیلہ مراد ہے جس کی پوجا پاٹ کی جاوے۔

ب: جہاں وسیلہ کا ثبوت ہے، وہاں رب کے پیاروں کا وسیلہ یا مومنوں کے لیے وسیلہ مراد ہے تاکہ آیتوں میں تعارض واقع نہ ہو۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (پ۲۳،الزمر:۳)

نہیں پوجتے ہیں ہم ان بتوں کو مگر اس لئے تاکہ وہ ہمیں خدا سے قریب کردیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب اپنے بتوں کو جو اللہ کے دشمن ہیں خدا رسی کا وسیلہ سمجھ کر پوجتے تھے یعنی ان کے شرک کی وجہ دو ہوئیں۔ایک دشمنان خدا کو اس تک پہنچنے کا وسیلہ سمجھنا، دوسرے انہیں پوجنا،صرف وسیلہ اختیار کرنے کی وجہ سے مشرک نہ ہوئے۔''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (پ٦،المآئدۃ:۳۵)

اس رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

﴿۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝ (پ٥،النسآء:٦٤)

اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرکے آپکے حضور آجاویں پھر خدا سے معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے دعا مغفرت کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاویں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پ٤،ال عمرٰن:١٦٤)
او روہ رسول انہیں پاک کرتے ہیں اورانہیں کتاب اورحکمت سکھاتے ہیں۔

﴿٤﴾ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ (پ٢١،السجدة:١١)
فرماؤ کہ تمہیں موت دے گا وہ موت کا فرشتہ جوتم پر مقرر کیا گیا ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں وسیلہ کا ثبوت ہے مگر وہی وسیلہ مراد ہے جو اللہ کے اذن اوراجازت سے اس کا پیارا بندہ رب تک پہنچائے۔

نوٹ ضروری: وسیلہ اسلام میں بڑی اہم چیز ہے کیونکہ سارے اعمال موت پر ختم ہوجاتے ہیں مگر وسیلہ پکڑنا موت، قبر، حشر ہر جگہ ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر موت ہو، قبر میں ان کے نام پر کامیابی ہو، حشر میں ان کے طفیل نجات ہو، نیز اوراعمال کی ضرورت صرف انسانوں کو ہے مگر وسیلہ کی ضرورت ہر مخلوق کو دیکھو کعبہ معظّمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ کے بغیر قبلہ نہ بنا اور حضور کے ہاتھوں کے بغیر بتوں کی گندگی سے پاک نہ ہوسکا۔ وسیلہ کا انکار اسلام کے بڑے اہم مسئلہ کا انکار ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۱

الف: جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ انسان کو صرف اپنے عمل ہی کام آویں گے یا فرمایا گیا ہے کہ نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو خود کرے، اس سے مراد بدنی فرض عبادتیں ہیں یا یہ مطلب ہے کہ قابل اعتماد اپنے اعمال ہیں کسی کے بھیجنے کا یقین نہیں۔

ب: جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ دوسروں کی نیکی اپنے کام آتی ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس سے مراد اعمال کا ثواب ہے یا مصیبت دور ہونا یا درجے بلند ہونا۔

''الف'' کی مثال یہ ہے۔

﴿۱﴾ لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیo (پ۲۷،النجم:۳۹)

نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جو کوشش کرے۔

﴿۲﴾ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ (پ۳،البقرۃ:۲۸۶)

اس نفس کیلئے مفید ہیں وہ عمل جو خود کرے اور اس کو مضر ہیں وہ گناہ جو خود کرے۔

ان دنوں آیتوں کا منشا یہ ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتا، فرضی روزہ نہیں رکھ سکتا، ان آیتوں میں اسی لئے سعی اور کسب کا ذکر ہے یا منشاء یہ ہے کہ اپنی ملکیت انہی عملوں پر ہے جو خود کر لئے جاویں کیا خبر کوئی دوسرا ثواب بھیجے یا نہ بھیجے۔ اس کے بھروسا پر خود غافل رہنا بیوقوفی ہے۔ ''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنۡ يَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسۡتَخۡرِجَا كَنۡزَهُمَا (پ۱۶،الکھف:۸۲)

حضرت خضر نے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیموں کا خزانہ ہے اور ان کا باپ نیک تھا پس تمہارے رب نے چاہا کہ یہ بالغ ہوں تو اپنا خزانہ نکالیں۔

﴿۲﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُمۡ بِاِيۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَاۤ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ (پ۲۷،الطور:۲۱)

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ جس گرتی ہوئی دیوار کی مرمت حضرت خضر وموسیٰ علیہما السلام نے کی۔ وجہ صرف یہ تھی کہ اس کے نیچے خزانہ تھا جو ایک نیک آدمی کا تھا۔ اس کے دو چھوٹے بچے تھے، رب تعالیٰ نے چاہا کہ دیوار کھڑی رہے اور خزانہ محفوظ رہے تا کہ بچے جوان ہو کر نکال لیں۔ اس لئے دو پیغمبروں کو اس کی مرمت کے لئے بھیجا، ان نابالغ یتیموں پر یہ مہربانی ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے ہوئی۔

دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ نیکوں کی مومن اولاد جنت میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہے گی اگرچہ اولاد کے اعمال باپ سے کم درجہ کے ہوں۔ ایسے ہی نابالغ بچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندان حضرت طیب وطاہر وقاسم وابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے حالانکہ کوئی نیکی نہ کی۔ معلوم ہوا کہ کسی کی نیکی دوسرے کے کام آجاتی ہے۔ اسی وجہ سے ایصال ثواب، فاتحہ وغیرہ کرتے ہیں بلکہ حج بدل بھی دوسرے کی طرف سے کر سکتے ہیں۔ اور زکوۃ میں دوسرے کے نائب بن سکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۲

الف: جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اس کا مطلب ہے کہ بخوشی نہ اٹھائے گا یا اس طرح نہ اٹھائے گا جس سے مجرم آزاد ہو جائے گا۔

ب: جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت میں بعض لوگ بعض کا بوجھ اٹھائیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً اٹھائیں گے یا یہ بھی اٹھائیں گے اور مجرم بھی

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہ تو اٹھائیں گے گناہ کرانے کی وجہ سے اور مجرم بوجھ اٹھائے گا گناہ کرنے کی وجہ سے۔

''الف'' کی مثال یہ آیت ہے:

﴿۱﴾ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (پ۸،الانعام:۱٦٤)

اور نہ کمائے گا کوئی نفس مگر اپنے ذمہ پر اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

﴿۲﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۙ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (پ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۷)

اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے لئے بھلائی کرو گے اور اگر برا کرو گے تو اپنا۔

﴿۳﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (پ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۱۵)

جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا اور جو بہکا وہ اپنے ہی برے کو بہکا۔

﴿٤﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (پ۲۰،العنکبوت:۱۲)

اور کافر مسلمانوں سے بولے ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ اٹھائیں گے بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

﴿۵﴾ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ۱،البقرۃ:۱۳٤)

اس جماعت کے لئے وہ ہے جو وہ خود کما گئی تمہارے لئے تمہاری کمائی ہے اور تم ان کے اعمال سے نہ پوچھے جاؤ گے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ کسی کی پکڑ دوسرے کی وجہ سے نہ ہوگی اور کوئی کسی کا نہ گناہ اٹھائے نہ نیکی سے فائدہ پائے بلکہ اپنی کرنی اپنی بھرنی ہے۔

''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○

(پ ۲۰، العنکبوت: ۱۳)

اور بے شک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جو کچھ بہتان اٹھاتے تھے۔

﴿۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ. (پ ۲۸، التحریم: ۶)

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

﴿۳﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ج وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

(پ ۹، الانفال: ۲۵)

اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں سے خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا، اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

﴿۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ

(پ ۱، البقرۃ: ۴۱)

تم قرآن کے پہلے کافر نہ بنو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قیامت میں بعض گنہگار دوسرے مجرموں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے اور یہ بھی پتا لگا کہ بعض کے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں بھی دوسروں پر مصیبت آجاتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی نجات کے لئے اپنے گھر والوں کو ہدایت

www.sirat-e-mustaqeem.com

دینا ضروری ہے۔ مطابقت اسی طرح ہوگی جو ہم نے عرض کر دیا کہ بخوشی کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی دوسرے کا بوجھ اس طرح نہ اٹھائے گا کہ اصلی مجرم بالکل آزاد ہو جائے ہاں گمراہ کرانے والا بری باتوں کا موجد سارے مجرموں کا بوجھ اٹھائے گا یہ ضرور خیال رکھنا چاہیے۔

قاعدہ نمبر ۲۳

الف: جن آیتوں میں فرمایا گیا ہے کہ رسولوں میں فرق نہ کرو۔ وہاں ایمان میں فرق کرنا مراد ہے یعنی ایسے فرق نہ کرو کہ بعض کو مانو اور بعض کو نہ مانو یا مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے فرق پیدا نہ کرو یعنی ان کے فضائل اپنی طرف سے نہ گھٹاؤ یا ایسا فرق نہ کرو جس سے بعض پیغمبروں کی توہین ہو جاوے۔

ب: جن آیتوں میں فرمایا گیا کہ پیغمبروں میں فرق ہے وہاں درجات اور مراتب کا فرق مراد ہے یعنی بعض کے درجے بعض سے اعلیٰ ہیں۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (پ۳، البقرۃ:۲۸۵)

مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے۔

﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پ٦، النسآء:۱۵۲)

اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان رسولوں میں سے کسی میں فرق نہ کرے۔ یہ وہ ہیں جنہیں رب ان کا ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان آیتوں میں ایمان کا فرق مراد ہے یعنی بعض پیغمبروں کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا یہ کفر ہے۔ایمان کے لئے سب نبیوں کو ماننا ضروی ہے اس کی تفسیر اس آیت نے کی۔

﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ لا وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ○ (پ٦،النسآء:١٥٠)

بے شک وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان میں رستہ بنالیں۔

اس آیت نے بتادیا کہ پیغمبروں کے درمیان ایمان لانے میں فرق کرنا منع ہے۔

''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (پ٣،البقرة:٢٥٣)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بزرگی دی ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جنہیں درجوں میں بلند کیا۔

﴿۲﴾ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ○ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ○ (پ٢٢،الاحزاب:٤٥۔٤٦)

اے نبی ہم نے آپ کو بھیجا گواہ خوش خبریاں دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلاتا اور چمکانے والا سورج۔

﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ (پ١٧،الانبیآء:١٠٧)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کی رحمت۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان آیات سے معلوم ہوا کہ بعض پیغمبر بعض سے افضل ہیں اور خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سارے رسولوں میں ایسے ہیں جیسے تاروں میں سورج اور سارے جہان کی رحمت ہیں یہ صفات اوروں کو نہ ملیں۔

نوٹ ضروری: بعض احادیث میں آیا ہے کہ ہم کو یونس علیہ السلام پر بھی بزرگی نہ دو اور بعض میں آیا ہے کہ ہم تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔ ان احادیث میں مطابقت اسی طرح ہے کہ ایسی بزرگی دینا جس سے یونس علیہ السلام کی توہین ہو جاوے منع ہے اور اس طرح حضور کی شان بیان کرنا کہ ان حضرات کی عظمت برقرار رہے اور حضور کی شان معلوم ہو جائے۔ بالکل جائز بلکہ ضروری ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۴

الف: قرآن شریف میں جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہلوایا گیا ہے کہ مجھے خبر نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ وہاں اٹکل، حساب، قیاس، اندازے سے جاننا مراد ہے۔ یعنی میں اندازے یا قیاس سے یہ نہیں جانتا۔

ب: اور جہاں اسکے خلاف ہے وہاں وحی، الہام کے ذریعہ سے علم دینا مراد ہے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ ط (پ۲۶، الاحقاف:۹)

اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے معاملات نجوم، رمل، قیاس، حساب، اٹکل سے معلوم نہیں ہو سکتے میں باوجودیکہ پیغمبر ہوں اور پیغمبر کی عقل تمام دنیا سے بڑھ

www.sirat-e-mustaqeem.com

چڑھ کر ہوتی ہے لیکن میری کامل عقل ان باتوں کے جاننے کے لئے کافی نہیں میں بھی عقل سے یہ چیزیں نہیں جانتا تو تم کیسے جان سکتے ہو۔ مجھے یہ علم وحی کے ذریعہ ہوا اور تم صاحب وحی نہیں ہو تو ایسی باتوں میں عقل پر زور نہ دیا کرو، اس کی تفسیر اسی آیت کے آخر میں یوں ہو رہی ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ○	میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

(پ ۲۶، الاحقاف: ۹)

معلوم ہوا کہ آخرت کی پکڑ اور نجات وغیرہ وحی سے معلوم ہوتے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر آتی ہے اس لئے اس آیت میں درایت کی نفی کی گئی۔ درایت کے معنی ہیں عقل سے جاننا، خدا تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں کہتے کیونکہ وہ عقل سے پاک ہے، اس کا علم عقلی نہیں حضوری ہے۔ اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۵۲)	اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جاں فزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ ایمان تفصیل دار۔

اس آیت کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن اور ایمان کو عقل، قیاس، اندازے سے معلوم نہ فرمایا۔ بلکہ اس کا ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ یہاں بھی داریت کی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی ورنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظہور نبوت سے پہلے عبادات کرتے تھے ایمان سے خبردار تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ماں کی گود میں توحید، رسالت، احکام سے واقف ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی پیدائش سے چند گھنٹے بعد قوم سے فرمایا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّاo (پ١٦، مریم: ٣٠)

فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی اور نبی فرمایا۔

جب کلمۃ اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ بچپن میں رب سے بے خبر نہیں تو جو حبیب اللہ ہوں وہ کیسے بے خبر ہوں گے۔ لہٰذا اس آیت کے معنی وہ ہی ہیں جو عرض کئے گئے یعنی قیاس سے معلوم کرنا۔

''ب'' کی مثال اس آیت میں ہے:

﴿١﴾ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (پ٢٦، الفتح: ٢)

تا کہ بخش دے اللہ تمہارے طفیل تمہارے وہ گناہ جو اگلے ہیں اور پچھلے ہیں۔

یہاں تمہارے گناہ سے مراد امت کے وہ گناہ ہیں جن کا بخشوانا حضور کے ذمہ کرم پر ہے جیسے وکیل کہتا ہے میرا مقدمہ فتح ہو گیا یعنی وہ مقدمہ جس کی پیروی میرے ذمہ ہے نہ یہ مطلب کہ میں اس میں گرفتار ہوں کیونکہ نبی گناہ سے معصوم ہیں۔

﴿١﴾ اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَo

ہم نے تم کو کوثر دے دیا۔

(پ ٣٠، الکوثر: ١)

﴿٢﴾ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَo

ہم نے تمہارا ذکر اونچا کر دیا۔

(پ ٣٠، الانشراح: ٤)

ان جیسی بہت سی آیات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے انجام سے باخبر کئے گئے ہیں مگر یہ علم وحی کا ہے نہ کہ محض عقلی، لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو اپنی امت کے انجام کی بھی خبر رکھتے ہیں قرآن میں حضور کو شاہد فرمایا اور گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ سے خبردار ہو۔ اسی لئے فرمایا: حسن حسین

www.sirat-e-mustaqeem.com

جوانان جنت کے سردار ہیں، ابوبکر جنتی ہیں، فاطمۃ الزہرا جنتی ہیں۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی، الحدیث ٦١٧١، المجلد الثانی، ص ٤٤١ والحدیث ٦٠٣٣، ص ٤١٧، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

قاعدہ نمبر ۲۵

الف: جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت نہیں کرتے وہاں مراد ہے اللہ کی مرضی کے خلاف، اس کے مقابل ہدایت نہیں کرتے کہ رب چاہے کسی کو گمراہ کرنا اور نبی ہدایت کر دیں یہ ناممکن ہے۔

ب: جہاں فرمایا گیا ہے کہ نبی ہدایت کرتے ہیں وہاں مراد ہے باذن الٰہی ہدایت کرتے ہیں۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ (پ ۲۰، القصص: ٥٦)

بے شک تم ہدایت نہیں کرتے جسے محبت کرو لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

لطیفہ: اس جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اَحْبَبْتَ فرمایا اور اللہ کیلئے یَشَاءُ فرمایا دونوں جگہ اَحْبَبْتَ یا دونوں جگہ یَشَاءُ نہیں بولا گیا۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوق ہی سے محبت فرماتے ہیں۔ کیونکہ رحمت للعالمین ہیں اور آپ کو پسند ہے کہ سب کو ہی ہدایت ملے مگر آپ کی اس محبت پر ہدایت نہیں ملتی لیکن آپ اسی کی ہدایت چاہتے ہیں جس کی ہدایت رب چاہے جو فنا فی اللہ ہو وہ اپنی

www.sirat-e-mustaqeem.com

مشیت رب کی مشیت میں فنا کر دیتا ہے۔اس کے بغیر چاہے چاہتا بھی نہیں رب تعالیٰ بھی ربوبیت کے لحاظ سے ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے کیونکہ رب العالمین ہے اسی لئے ہادی بھیجے مگر چاہتا اس کی ہدایت ہے جس کی ہدایت میں حکمت ہے تو ہدایت نہ حضور کی محض محبت سے ملتی ہے نہ اللہ کی محض محبت سے، ہاں رب کے ارادہ سے اور پھر حضور کے ارادے سے ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

﴿۱﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

اور اگر ان کفار کا پھرنا آپ پر شاق گزرا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کر لو یا آسمان میں زینہ پھر ان کیلئے نشانی لے آؤ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس تم نادان نہ بنو۔

(پ۷،الانعام:۳۵)

﴿۲﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

آپ پر ان کی ہدایت نہیں لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔

(پ۳،البقرۃ:۲۷۲)

ان جیسی تمام آیتوں میں رب کے خلاف مرضی ہدایت دینا مراد ہے یہ نہ نبی سے ممکن ہے نہ قرآن سے۔ ''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (پ۲۵،الشوریٰ:۵۲)

اور تم اے محبوب ہدایت کرتے ہو سیدھے راستے کی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾اِنَّ هٰـذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ(پ۱۵،بنی اسرآءیل:۹) بے شک قرآن ہدایت دیتا ہے اس راستہ کی جوسیدھا ہے۔

﴿۳﴾يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (پ٤،ال عمرٰن:١٦٤) وہ نبی مسلمانوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اورانہیں پاک کرتے ہیں۔

﴿٤﴾شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (پ۲،البقرۃ:۱۸۵) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کیلئے ہدایت اور راہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں ہیں۔

ان جیسی تمام آیات میں جن میں قرآن یا توریت یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہادی فرمایا گیا ہے۔ہدایت سے مراد اللہ کی مرضی سے راہ دکھانا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۶

الف: جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ غیر خدا کے نام پر پکارا ہوا جانور حرام ہے وہاں ذبح کے وقت کسی کا نام پکارنا مراد ہے۔

ب: جن آیات میں فرمایا گیا ہے کہ غیر خدا کے نام پر پکارا ہوا جانور حرام نہیں ہے حلال ہے ان میں زندگی کی حالت میں کسی کا نام پکارنا مراد ہے جیسے بتوں کے نام پر چھوڑا ہوا جانور یا زید کی بکری،عبدالرحیم کی گائے۔

﴿۱﴾وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (پ۲،البقرۃ:۱۷۳) اورحرام ہے وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو۔

﴿۲﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (پ۸،الانعام:۱۱۹) اورتمہارا کیا حال ہے کہ وہ جانور نہیں کھاتے جس پر بوقت ذبح خدا کا نام پکارا گیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (پ٦،المآئدۃ:٣) اور حرام ہے وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا جائے۔

ان تمام آیتوں میں اس جانور کے کھانے سے منع فرمایا گیا ہے جو کسی غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے کہ حرام کرنے والی یہ ہی چیز ہے۔

ب کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ م بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ لا وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (پ٧،المآئدۃ:١٠٣) نہیں مقرر کیا اللہ نے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں۔

یہ جانور جو اس آیت میں مذکور ہوئے مشرکین عرب کی طرف سے بتوں کے نام پر چھوڑے جاتے تھے یعنی زندگی میں ان پر غیر خدا کا نام پکارا جاتا تھا اور مشرکین انہیں حرام سمجھتے تھے ان کے حرام سمجھنے کی تردید اس آیت میں کردی گئی ہے اور انہیں حلال فرمایا گیا۔ لہٰذا آج مشرکین کے چھوڑے ہوئے بجار حلال ہیں اللہ کے نام پر ذبح کرو اور کھاؤ۔

قاعدہ نمبر ۲۷

الف: جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہلوایا گیا ہے کہ میں اپنے اور تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں وہاں اللہ کے بغیر مرضی ملکیت مراد ہے۔

ب: جہاں فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غنی کردیتے ہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

وہاں بعطاءِ الٰہی، اللہ عزوجل کے ارادے سے غنی کرنا اور دینا مراد ہے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (پ۹،الاعراف:۱۸۸)

تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے بھلے اور برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

﴿۲﴾ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ط (پ۱۳،یوسف:٦٧)

اور میں تم سے دفع نہیں کرسکتا اللہ کے مقابل کوئی چیز

﴿۳﴾مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا (پ۱۳،یوسف:٦٨)

یعقوب نہیں دفع کر سکتے تھے ان سے اللہ کی کوئی مصیبت مگر یعقوب کے دل کی حاجت تھی جو پوری کردی۔

ان جیسی تمام آیتوں میں یہ مراد ہے کہ رب تعالیٰ کے اذن کے بغیر میں کچھ نہیں کرسکتا ہر چیز میں اس کی اجازت کا حاجتمند ہوں۔

''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (پ۱۰،التوبۃ:۷٤)

غنی کردیا انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

﴿۲﴾وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (پ۱۰،التوبۃ:۵۹)

اور اگر وہ راضی ہوتے اس پر جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ(پ۲۲،الاحزاب:۳۷)

جب آپ کہتے تھے اس سے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے اسے نعمت دی کہ اپنی بیوی کو روکو۔

ان آیتوں سے پتا لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غنی کرتے ہیں نعمت دیتے ہیں ان میں یہ ہی مراد ہے کہ اللہ کے حکم، اللہ کے ارادہ اور اذن سے نعمتیں بھی دیتے اور فضل بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا دونوں قسم کی آیتوں میں تعارض نہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۸

الف: جب رفع کا مفعول کوئی زمینی جسم ہو تو رفع کے معنی ہوں گے اونچی جگہ میں اٹھانا چڑھانا، اونچا کرنا۔

ب: جب رفع کا مفعول کوئی زمینی جسم نہ ہو تو اس کے معنی ہوں گے روحانی بلندی، مرتبہ کا اونچا ہونا۔

''الف'' کی مثال یہ آیات ہیں:

﴿۱﴾یٰعِیْسٰٓى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا(پ۳، العمرٰن:۵۵)

اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کافروں سے تمہیں پاک کرنیوالا ہوں۔

﴿۲﴾وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ (پ۱۳،یوسف:۱۰۰)

اٹھالیا یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر۔

﴿۳﴾وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ (پ۶،نساء:۱۵۴)

اور ہم نے بنی اسرائیل کے اوپر طور پہاڑ اٹھالیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿٤﴾وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ (پ١،البقرة:١٢٧)

اور جب ابراہیم بیت اللہ کی دیواریں اونچی کررہے تھے۔

ان آیتوں میں چونکہ رفع کا مفعول عیسی علیہ السلام یا یوسف علیہ السلام کے والدین یا طور پہاڑ یا کعبہ کی دیوار ہے اور یہ سب زمینی جسم ہیں لہٰذا ان میں رفع کرنے کے معنی ہونگے بلند جگہ میں پہنچانا، اٹھانا، اونچا کرنا۔ درجے بلند کرنا مراد نہ ہوگا۔

''ب'' کی مثال یہ آیت ہے:

﴿١﴾وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ٥ (پ٣٠،الانشراح:٤)

ہم نے آپ کا ذکر اونچا کردیا۔

﴿٢﴾مِنْهُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ج (پ٣،البقرة:٢٥٣)

ان پیغمبروں میں بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے اونچے کئے۔

﴿٣﴾فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ لا (پ١٨،النور:٣٦)

ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا اور ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

ان تمام آیتوں میں چونکہ رفع کا مفعول زمینی جسم نہیں ہے بلکہ ذکر یا درجے یا خدا تعالیٰ کا نام ہے اس لئے یہاں مکانی بلندی مراد نہ ہوگی بلکہ روحانی بلندی مراد ہے، کیونکہ یہ ہی اس کے لائق ہے لہٰذا عیسی علیہ السلام کے بارے میں جو آیت آئی اِنِّیْ رَافِعُکَ (ال عمرٰن:٥٥) اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمہیں آسمان پر اٹھانے والے ہیں یہ نہیں کہ تمہارے درجے بلند کرنے والے ہیں جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں کیونکہ عیسی علیہ السلام زمینی جسم ہیں اور جسم کے لئے بلندی مکانی مناسب ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اعتراض: اگر اس آیت میں مکانی بلندی مراد ہے تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ یعنی آسمانوں میں رہتا ہو کیونکہ فرمایا گیا ہے رَافِعُکَ اِلَیَّ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں خدا کی طرف کونسی ہے؟

جواب: یہاں خدا کی طرف اٹھانے سے مراد آسمان کی طرف اٹھانا ہے کیونکہ اگرچہ زمین و آسمان ہر چیز خدا تعالیٰ ہی کی ہے لیکن آسمان خصوصیت سے تجلی گاہ الٰہی ہے کہ نہ وہاں کسی کی ظاہری بادشاہت ہے نہ کفر و شرک و گناہ لہذا آسمان پر جانا گویا خدا کے پاس جانا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا: اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ (پ۲۹، الملک:۱۶) یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ○ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۹۹) میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ مجھے ہدایت کریگا حالانکہ آپ شام کے ملک میں جا رہے تھے مگر چونکہ شام آپ کا عبادت گاہ تھا۔ اس لئے وہاں جانا رب کے پاس جانا قرار دیا گیا۔ اسی لئے مسجدوں کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے خدا وہاں رہتا نہیں مگر چونکہ وہاں کسی کا کام نہیں ہوتا اور نہ مسجد کسی انسان کی ملک ہے۔ لہٰذا وہ خدا کا گھر ہے۔

اعتراض: اس آیت میں فرمایا گیا: اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ (پ۳، ال عمرٰن:۵۵) میں تمہیں وفات دوں گا اور اٹھاؤں گا یہاں وفات کا ذکر پہلے ہے اور اٹھانے کا ذکر بعد میں معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت کے بعد اٹھایا گیا نہ کہ موت سے پہلے۔ (قادیانی)

جواب: اگر یہاں وفات کے معنی موت مان لئے جائیں تو بھی واؤ کیلئے ترتیب لازم نہیں بہت جگہ ترتیب کے خلاف ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں معنی یہ ہوئے کہ میں پہلے تمہیں اٹھاؤں گا پھر موت دوں گا جیسا کہ ان آیتوں میں ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ (پ۳،ال عمرٰن:۴۳) — اے مریم تم سجدہ کرو اور رکوع کرو۔

﴿۲﴾ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (پ۱،البقرۃ:۲۱) — اللہ نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے۔

﴿۳﴾نَمُوْتُ وَنَحْیَا(پ۲۵،الجاثیۃ:۲۴) — ہم مریں گے اور جئیں گے

﴿۴﴾خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی○(پ۱۶،طٰہٰ:۴) — اللہ نے پیدا کیا زمین کو اور اونچے آسمانوں کو۔

﴿۵﴾خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ (پ۲۹،الملک:۲) — اس اللہ نے پیدا کیا موت اور زندگی کو

﴿۶﴾وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ ج (پ۲۴،الزمر:۶۵) — اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے تھے۔

ان تمام آیتوں میں واؤ ترتیب کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اس آیت میں ہے اور اگر واؤ یہاں ترتیب بتائے تب مُتَوَفِّیْکَ میں جو وفات یا تو فّی مذکور ہے۔ اس سے موت مراد نہیں سلانا یا پورا لینا مراد ہے قرآن شریف میں یہ لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اے عیسیٰ میں تمہیں سلا کر اپنی طرف اٹھاؤں گا یا میں تمہیں پورا پورا جسم مع روح اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰٓی ○(پ۲۷،النجم:۳۷) یہاں وَفّٰی کے معنی ہیں پورا کیا۔ فرماتا ہے: یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ (پ۷،الانعام:۶۰) یہاں وفات کے معنی سلانا ہیں یعنی رب تعالیٰ تم کو رات میں سلا دیتا ہے، وہی معنی یہاں مراد ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قاعدہ نمبر ۲۹

الف: جن آیتوں میں خدا کے سوا دوسرے سے ڈرنے کی ممانعت فرمائی گئی یا فرمایا گیا کہ صرف اللہ ہی سے ڈرو۔ وہاں عذاب کا خوف، حساب کا ڈر، پکڑ کا خوف، الوہیت اور کبریائی کا خوف مراد ہے کہ کسی کو معبود سمجھ کر نہ ڈرو یا رب تعالیٰ کے مقابل کسی سے خوف نہ کرو۔

ب: جن آیتوں میں دوسرے سے ڈرنے کا حکم دیا گیا یا فرمایا گیا کہ فلاں پیغمبر فلاں سے ڈرے، وہاں تکلیف کا ڈر، ایذا پہنچانے کا خوف یا فتنہ کا خوف مراد ہے تاکہ آیتوں میں تعارض نہ ہو خلاصہ یہ ہے کہ کبریائی کی ہیبت مومن کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی چاہیے اور دوسری قسم کے فتنہ، تکلیف کا خوف مخلوق کا ہوسکتا ہے۔

''الف'' کی مثال یہ آیات ہیں:

﴿۱﴾وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ج وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ o (پ ۱، البقرۃ: ۴۰)

تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔

﴿۲﴾فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ ق (پ ۲، البقرۃ: ۱۵۰)

پس ان کافروں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔

﴿۳﴾اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ط (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۹)

جو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿٤﴾فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○(پ٤،ال عمران:١٧٥)
پس ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

﴿٥﴾اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ○
(پ١١،یونس:٦٢)
خبردار ہو کہ اللہ کے دوستوں پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ان جیسی تمام وہ آیتیں جن میں غیر خدا سے ڈرنے کی ممانعت ہے۔ان میں الوہیت کا خوف مراد ہے یا مخلوق کا وہ خوف جو رب کی اطاعت سے روک دے یہ ڈر ممنوع ہے۔''ب'' کی مثال یہ آیات ہیں:

﴿١﴾اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ج
(پ٢٨،التغابن:١٤)
تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولاد تمہاری دشمن ہیں ان سے ڈرتے رہو۔

﴿٢﴾قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى○
(پ١٦،طٰہٰ:٤٥)
حضرت موسیٰ وہارون نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ فرعون ہم پر زیادتی کریگا یا سرکشی۔

﴿٣﴾فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ط يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ(پ١٩،النمل:١٠)
پھر موسیٰ نے اس لاٹھی کو دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر نہ دیکھا اے موسیٰ نہ ڈرو۔

﴿٤﴾فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى○(پ١٦،طٰہٰ:٦٧)
موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گئے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡهُمۡ نَفۡسًا فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِo (پ ۲۰،القصص:۳۳)

کہا موسیٰ علیہ السلام نے اے میرے رب میں نے ان میں ایک آدمی مار ڈالا ہے تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

﴿۶﴾فَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِیۡفَةً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ ؕ (پ ۲۶،الذٰریٰت:۲۸)

تو ابراہیم اپنے دل میں ان فرشوں سے ڈر گئے وہ بولے آپ ڈریئے نہیں۔

ان جیسی بہت سی وہ آیتیں جن میں مخلوق سے ڈرنے کا حکم ہے یا ان سے ڈرنے کا ثبوت ہے ان میں وہی خوف مراد ہے جو عرض کیا گیا یعنی تکلیف کا خوف یا فتنہ کا ڈر۔ اس قسم کے ڈر نہ ایمان کے خلاف ہیں اور نہ ولایت اور نبوت کے منافی۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام نبی ہیں مگر سانپ سے، فرعون سے، ملائکہ سے خوف فرماتے ہیں لہٰذا انبیاء اور اولیاء اللہ سے خوف کرنا کہ یہ ناراض ہو کر بددعائیں دیں گے اور ہم کو نقصان پہنچ جائیگا۔ ایمان کے خلاف نہیں بلکہ ایمان کو قوی کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے فرعونیوں کا بیڑا غرق ہوا، نوح علیہ السلام کی بددعا سے ساری دنیا کے کافر ہلاک کر دیئے گئے۔ معلوم ہوا کہ ان کی بددعا خطرناک ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے بغیر کسی بندے کی بددعا کے کسی کو ہلاک نہ کیا۔

ہیچ قومے راخدا رسوا نہ کرد تا دلے صاحب دلے نامد بدرد

قاعدہ نمبر ۳۰

الف: جن آیتوں میں نبی سے کہلوایا گیا ہے کہ ہم تم جیسے بشر ہیں وہاں مطلب یہ ہے کہ خالص بندے ہونے میں تم جیسے بشر ہیں کہ جیسے تم نہ خدا ہو نہ خدا کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بیٹے، نہ خدا کے ساجھی، شریک ایسے ہی ہم نہ خدا ہیں نہ اس کے بیٹے نہ اس کے ساجھی۔ خالص بندے ہیں۔

ب: جن آیتوں میں نبی کو بشر کہنے پر کفر کا فتوے دیا گیا ہے اور انہیں بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ جو نبی کی ہمسری اور برابری کا دعوی کرتے ہوئے انہیں بشر کہے یا ان کی اہانت کرنے کے لئے بشر کہے یا یوں کہے کہ جیسے ہم محض بشر ہیں نبی نہیں ایسے ہی تم نبوت سے خالی ہو محض بشر ہو۔ وہ کافر ہے۔

''الف'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (پ۱۶، الکھف: ۱۱۰)

فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں کہ میری طرف وحی کی گئی۔

﴿۲﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط

(پ۱۳، ابراھیم: ۱۱)

ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تو تمہاری طرح انسان ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

ان جیسی تمام آیات میں یہی مراد ہے کہ ہم ''اِلٰہ'' نہ ہونے میں اور خالص بندہ ہونے میں تم جیسے بشر ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عام انسان پیغمبر کے برابر ہو جاویں۔ ان آیات کی تائید ان آیتوں سے ہو رہی ہے۔

﴿۱﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ط (پ۷، الانعام: ۳۸)

اور نہیں ہے کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے پروں پر اڑتا ہو مگر تم جیسی امتیں ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط(پ۱۸،النور:۳۵)

اس اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے۔

ان آیتوں میں تمام جانوروں کو انسانوں کی مثل فرمایا گیا حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور کو طاق اور چراغ سے مثال دی گئی۔ حالانکہ کہاں طاق اور چراغ اور کہاں رب کا نور جیسے ان دونوں آیتوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہم جانوروں کی طرح یا رب کا نور طاق اور چراغ کی طرح۔ اسی طرح نہیں کہا جاسکتا کہ ہم نبی کے برابر یا ان کی طرح ہیں۔ یہ تمثیل فقط سمجھانے کیلئے ہے۔

''ب'' کی مثال یہ ہے:

﴿۱﴾فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ (پ۲۸،التغابن:۶)

پس کافر بولے کیا بشر ہمیں ہدایت کرے گا لہٰذا وہ کافر ہوگئے پھر وہ پھر گئے اور اللہ بے پرواہ ہے۔

﴿۲﴾قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍo (پ۱۴،الحجر:۳۳)

شیطان نے کہا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ لیسدار گارے سے تھی۔

﴿۳﴾فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لا (پ۱۸،المؤمنون:۲۴)

تو جس قوم کے سرداروں نے کفر کیا وہ بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی۔

﴿۴﴾وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَo (پ۱۸،المؤمنون:۳۴)

کفار نے کہا کہ اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کروگے تو تم ضرور گھاٹے میں رہوگے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ۝ (پ۱۸،المؤمنون:۴۷)

فرعونی بولے کیا ہم ایمان لائیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے۔

ان جیسی تمام آیتوں میں فرمایا گیا کہ پیغمبر کو بشر کہنا اولاً شیطان کا کام تھا پھر ہمیشہ کفار نے کہا مومنوں نے یہ کبھی نہ کہا اور ان کفار کے کفر کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے برابری کے دعویدار ہو کر انہیں اپنی طرح بشر کہتے تھے۔

نوٹ ضروری: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بارہا اپنی بندگی اور بشریت کا اعلان کرنا اس لئے تھا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام میں دو معجزے دیکھ کر انہیں خدا کا بیٹا کہہ دیا، ایک تو ان کا بغیر باپ پیدا ہونا اور دوسرے مردے زندہ کرنا مسلمانوں نے صدہا معجزے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھے، چاند پھٹتا ہوا۔ سورج لوٹتا ہوا دیکھا کنکر کلمہ پڑھتے دیکھے انگلیوں سے پانی کے چشمے بہتے دیکھے۔ اندیشہ تھا کہ وہ بھی حضور کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیں۔ اس احتیاط کے لئے بار بار اپنی بشریت کا اعلان فرمایا۔

تیسرا باب

مسائل قرآنیہ

اس باب میں ان ضروری مسائل کا ذکر ہوگا جس کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ قرآن شریف سے صراحۃً ثابت ہے اور ان کے ثبوت میں صرف قرآنی آیات ہی پیش کی جاویں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل قبول فرمائے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

مسئلہ نمبر ا

کرامات اولیاء اللہ حق ہیں

جو عجیب وغریب حیرت انگیز کام نبی (علیہ السلام) سے صادر ہو تو اگر نبوت کے ظہور سے پہلے صادر ہوا وہ ارہاص ہے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن شریف میں کلام فرمانا یا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کنکروں، پتھروں کا بچپن میں سلام کرنا۔

اگر ظہور نبوت کے بعد ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا۔ یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چاند کو چیرنا، سورج کو واپس لانا، اور جو ولی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے صادر ہوا سے کرامت کہتے ہیں اور جو عجیب وغریب کام کافر سے ہو وہ استدراج کہلاتا ہے۔ جیسے دجال کا پانی برسانا، مردے زندہ کرنا۔

ابھی تک اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے مسلمانوں میں کوئی فرقہ ایسا پیدا نہیں ہوا جو معجزات کا انکار کرتا ہو۔ قادیانی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان کے مسیح موعود میں کوئی معجزہ نہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اصلی مسیح میں کوئی معجزہ نہ تھا اس لئے ان کے مثل مسیح میں کوئی معجزہ نہیں، ورنہ معجزات کے وہ بھی قائل ہیں۔ خود قرآن کریم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا معجزہ مانتے ہیں۔ ہاں بہت لوگ کرامات اولیاء اللہ کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ ساری کرامات گھڑے ہوئے قصے کہانی ہیں، قرآن سے ثبوت نہیں۔ ہم وہ آیات قرآنیہ پیش کرتے ہیں جن میں کرامات کا صریحی ذکر ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ لا وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ج قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (پ۳،ال عمرٰن:۳۷)

جب مریم کے پاس زکریا علیہ السلام آتے تو بے موسم پھل پاتے تو کہا اے مریم تمہارے پاس یہ کہاں سے آئے تو بولیں یہ رب کے پاس سے آئے ہیں۔

حضرت مریم بنی اسرائیل کی ولیہ ہیں ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ مقفل کوٹھڑی میں بے موسم پھل انہیں غیب سے عطا ہوئے یہ کرامت ولی ہے۔

﴿۲﴾ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ○ (پ۱۵،الکھف:۲۵)

اصحاب کہف غار میں تین سو برس ٹھہرے نو اوپر۔

اصحاب کہف نبی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے ولی ہیں ان کی کرامت یہ بیان ہوئی کہ غار میں تین سو نو برس سوتے رہے۔ اتنا عرصہ بے غذا سونا اور فنا نہ ہونا کرامت ہے۔

﴿۱﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ق وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ق وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط (پ۱۵،الکھف:۱۸)

اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سو رہے ہیں اور ہم انہیں دائیں بائیں کروٹیں بدلتے ہیں اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے غار کی چوکھٹ پر ہے۔

اس آیت میں اصحاب کہف جو اولیاء ہیں۔ ان کی تین کرامتیں بیان ہوئیں ایک تو جاگنے کی طرح اب تک سونا۔ دوسرے رب کی طرف سے کروٹیں بدلنا اور زمین کا ان کے جسموں کو نہ کھانا اور بغیر غذا باقی رہنا تیسرے ان کے کتے کا اب تک لیٹے رہنا یہ بھی ان کی کرامت ہے نہ کہ کتے کی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ط(پ۱۹،النمل:۴۰)

اور بولا وہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں تخت بلقیس آپ کے پاس لے آؤں گا آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے۔

اس آیت میں آصف بن برخیا کی جو بنی اسرائیل کے نبی نہیں بلکہ ولی ہیں کئی کرامتیں بیان ہوئیں۔بغیر کسی کے پوچھے یمن پہنچ جانا۔وہاں سے اتنا وزنی تخت لے آنا اور یہ دور دراز سفر شام سے یمن تک جانا آنا ایک آن میں طے کر لینا۔

﴿۳﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ (پ۱۵،الکھف:۷۱)

دونوں موسیٰ وخضر علیہما السلام چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو توڑ دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نے اس لئے توڑ دیا کہ کشتی والے ڈوب جائیں۔

اس آیت کریمہ میں خضر علیہ السلام جو کہ غالبًا کسی قوم کے ولی ہیں۔ان کی یہ کرامت بیان کی کہ انہوں نے کشتی توڑ ڈالی مگر کشتی نہ ڈوبی۔حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

﴿۱﴾وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا۝ (پ۱۶،الکھف:۸۰)

حضرت خضر نے فرمایا کہ اس بچے کے ماں باپ مومن ہیں ہم نے خوف کیا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر پر چڑھا دے۔

اس آیت میں حضرت خضر کی یہ کرامت بیان ہوئی کہ انہوں نے مقتول بچے اور اس کے والدین کے انجام کو جان لیا کہ وہ مومن رہیں گے اور یہ کافر ہوگا حالانکہ یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ج (پ۱۶، الکھف:۸۲)

خضر نے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیموں کا خزانہ ہے اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔

اس آیت میں خضر علیہ السلام کی یہ کرامت بیان ہوئی کہ انہوں نے زمین کے نیچے کا دفینہ معلوم کرلیا۔ ان جیسی بہت سی آیات میں اولیاء اللہ کی کرامات بیان ہوئیں، ان کا علم غیب، طی الارض یعنی بہت جلد سفر طے کرنا، بے آب وغذا بہت عرصہ زندہ رہنا، غرضیکہ بہت کرامات کا ذکر ہے۔

مسئلہ نمبر۲

اللہ کے مقبول بندے باذن الٰہی مشکل کشا حاجت روا دافع بلا ہیں

اللہ کے پیارے اللہ کے حکم سے بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں مشکلیں حل کرتے ہیں قرآن کریم اس کا اعلان فرمارہا ہے۔ دور ونزدیک ہر جگہ سے مافوق الاسباب مشکل کشائی اور مدد کرتے ہیں۔

﴿۱﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ج (پ۱۳، یوسف:۹۳)

میرا یہ کرتہ لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

﴿۲﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ج (پ۱۳، یوسف:۹۶)

پھر جب خوشی سنانے والا آیا تو وہ قمیص یعقوب کے منہ پر ڈال دی۔ اسی وقت ان کی آنکھیں لوٹ آئیں۔

یعقوب علیہ السلام نابینا ہوگئے تھے ان کی اس مصیبت کو یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص کے ذریعہ دور فرمایا اور ان کی مشکل کشائی کی قمیص سے شفا دینا مافوق الاسباب مدد ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ج لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖط (پ۱۲،یوسف:۲۴)

اور بے شک زلیخا نے قصد کرلیا یوسف کا اور یوسف علیہ السلام بھی ارادہ کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔

یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے سات کوٹھڑیوں میں بند کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو آپ نے سامنے یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اشارے سے منع فرما رہے ہیں جس سے آپ کے دل میں ادھر میلان نہ پیدا ہوا۔ یہ رب تعالیٰ کی برہان تھی جس کا ذکر اس آیت میں ہے تو یعقوب علیہ السلام نے کنعان سے بیٹھے ہوئے مصر کی بند کوٹھڑی میں یوسف علیہ السلام کی یہ مدد کی کہ انہیں بڑی آفت اور ارادہ گناہ سے بچالیا۔ یہ ہے اللہ والوں کی مشکل کشائی اور مافوق الاسباب امداد۔

﴿۱﴾وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ج (پ۳،ال عمرٰن:۴۹)

عیسی علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

اندھا، کوڑھی ہونا بلا ہے جسے عیسی علیہ السلام اللہ کے حکم سے دفع کر دیتے ہیں لہٰذا اللہ کے پیارے دافع البلا ہوتے ہیں یعنی مافوق الاسباب مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

﴿۲﴾فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ط فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ط (پ۱،البقرۃ:۶۰)

ہم نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ اپنی لاٹھی سے پتھر کو مارو پس فوراً اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہوگئے۔

بنی اسرائیل تیہ کے میدان میں پیاس کی آفت میں پھنسے تو رب تعالیٰ نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

براہ راست انہیں پانی نہ دیا بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ ان کے لئے دافع البلا بن جائیں تاکہ انہیں پانی ملے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندے بحکم الٰہی پیاس کی بلا دور کرتے ہیں مافوق الاسباب۔

﴿۳﴾قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ ق لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا (پ۱۶،مریم:۱۹)

جبریل نے مریم سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں آیا ہوں تاکہ تمہیں ستھرا بیٹا دوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اللہ عزوجل کے حکم سے بیٹا بخشتے ہیں یعنی بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

﴿۱﴾وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًاo (پ۵،النساء:۶۴)

اے محبوب اگر یہ مجرم لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے پاس آجاویں اور خدا سے مغفرت مانگیں اور آپ بھی ان کی سفارش کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت نے بتایا کہ جو گناہوں کی بیماری میں پھنس جاوے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شفاخانہ میں پہنچے وہاں شفا ملے گی آپ دافع البلاء ہیں اور مافوق الاسباب گناہ بخشوا دیتے ہیں۔

﴿۲﴾اُرْکُضْ بِرِجْلِکَ ج ھٰذَا مُغْتَسَلٌ م بَارِدٌ وَّشَرَابٌo (پ۲۳،ص:۴۲)

اے ایوب زمین پر اپنا پاؤں مارو یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

ایوب علیہ السلام کی بیماری اس طرح دور فرمائی گئی کہ ان سے فرمایا گیا۔ اپنا

www.sirat-e-mustaqeem.com

پاؤں زمین پر رگڑو۔ رگڑنے سے پانی کا چشمہ پیدا ہوا۔ فرمایا اسے پی لو۔ اور غسل فرمالو۔ پینے سے اندرونی تکلیف دور ہوئی اور غسل سے بیرونی بیماری کو شفا ہوئی معلوم ہوا کہ پیغمبروں کے پاؤں کا دھوون اللہ کے حکم سے شفا ہے۔ آج آب زمزم اس لئے شفا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا۔ مدینہ پاک کی مٹی کو خاک شفا کہتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک سے مس ہوگئی معلوم ہوا کہ بزرگ دافع بلا ہیں اور یہ برکتیں مافوق الاسباب ہیں۔

﴿۱﴾فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ۝ (پ۱۶، طٰہٰ:۹۶)

پس میں نے فرشتے کے اثر سے ایک مٹھی مٹی لے لی پس یہ مٹی اس بچھڑے میں ڈالدی میرے دل نے یہی چاہا۔

سامری نے حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کے ٹاپ کے نیچے کی خاک اٹھالی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں ڈالی جس سے اس میں زندگی پیدا ہوگئی اور وہ آواز کرنے لگا یہ ہی اس آیت میں مذکور ہے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات بے جان دھات میں جان ڈال سکتے ہیں باذن اللہ!

﴿۱﴾اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (پ۲، البقرۃ:۲۴۸)

نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آوے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دل کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھائے لائیں گے اسے فرشتے۔

بنی اسرائیل کو ایک صندوق رب تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پگڑی، حضرت ہارون علیہ السلام کی نعلین شریف وغیرہ تھے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

انہیں حکم تھا کہ جنگ میں اسے اپنے سامنے رکھیں فتح ہوگی۔اس آیت میں یہی واقعہ مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات ان کی وفات کے بعد دافع البلاء ہیں خیال رہے مٹی سے جان پڑنا تبرکات سے فتح ہونا مافوق الاسباب مدد ہے۔

﴿۱﴾وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط(پ۹،الانفال:۳۳)

اوراللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا حالانکہ آپ ان میں ہیں۔

﴿۲﴾لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ (پ۲۶،الفتح:۲۵)

اگر مسلمان مکہ سے نکل جاتے تو ہم کافروں پر عذاب بھیجتے۔

﴿۳﴾فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ O(پ۲۷،الذریت:۳۵)

پس نکال دیا ہم نے قوم لوط کی بستی سے ان مومنوں کو جو وہاں تھے۔

ان آیات میں فرمایا کہ دنیا پر عذاب نہ آنے کی وجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف فرما ہونا ہے نیز مکہ والوں پر فتح مکہ سے پہلے اس لئے عذاب نہ آیا کہ وہاں کچھ غریب مسلمان تھے قوم لوط پر عذاب جب آیا تو مومنین کو وہاں سے پہلے ہی نکال دیا معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور مومنین کے طفیل سے عذاب الٰہی نہیں آتا۔یہ حضرات دافع البلاء ہیں بلکہ آج بھی ہمارے اس قدر گناہوں کے باوجود جو عذاب نہیں آتا یہ سب اس سبز گنبد کی برکت سے ہے۔اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا

اعتراض: قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بہت دفعہ پیغمبروں نے کسی کو دعا یا بددعا دی۔مگر قبول نہ ہوئی پھر وہ مشکل کشا،دافع البلا کیسے ہوئے؟

www.sirat-e-mustaqeem.com

جواب: یہ حضرات اللہ کے حکم سے دافع البلاء اور مشکل کشا ہیں جہاں اذن الٰہی نہ ہو وہاں بلا دفع نہ ہوگی۔ ہر چیز کا یہی حال ہے کہ خدا کے حکم سے نفع یا نقصان دیتی ہے غرضیکہ انبیاء واولیاء مافوق الاسباب مدد کرتے ہیں مشکلیں آسان، مصیبت دور فرماتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی!

اللہ کے پیاروں کی زبان کن کی کنجی ہے جو ان کے منہ سے نکل جاتا ہے وہ اللہ کے حکم سے پورا ہو جاتا ہے۔ اس پر قرآن شریف کی آیتیں گواہ ہیں۔

﴿۱﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ص وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ج (پ ۱۶، طٰہٰ: ۹۷)

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا جا تیری سزا دنیا کی زندگی میں یہ ہے کہ تو کہتا پھریگا کہ چھونہ جانا اور بے شک تیرے لئے ایک وعدے کا وقت ہے جو تجھ سے خلاف نہ ہوگا

موسیٰ علیہ السلام سامری سے ناراض ہو گئے کیونکہ اس نے بچھڑا بنا کر لوگوں کو مشرک کر دیا تھا تو آپ کے منہ سے نکل گیا جا تیرے جسم میں یہ تاثیر پیدا ہو جائے گی کہ جس سے تو چھو جاوے تو اسے بھی بخار آ جاوے اور تجھے بھی ایسا ہی ہو اور وہ لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ مجھے کوئی نہ چھونا اور فرمایا کہ یہ تو دنیا کی سزا ہے۔ آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔

﴿۲﴾ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ط قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ O (پ ۱۲، یوسف: ۴۱)

اور لیکن دوسرا قیدی پس سولی دیا جائیگا اور پھر پرندے اس کا سر کھائیں گے فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

یوسف علیہ السلام سے جیل میں ایک قیدی نے اپنا خواب بیان کیا آپ نے تعبیر دی کہ تجھے سولی ہوگی۔ وہ بولا کہ میں نے خواب تو کچھ بھی نہ دیکھا تھا میں تو مذاق میں کہتا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو جو میرے منہ سے نکل گیا وہ رب تعالیٰ کے ہاں فیصلہ ہو گیا، پتا لگا کہ ان کی زبان رب کا قلم ہے۔

﴿۱﴾ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَo (پ ۱۱، یونس:۸۸)

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب فرعونیوں کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے پس یہ نہ ایمان لاویں جب تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے لئے تین بددعائیں کیں ایک یہ کہ ان کے مال ہلاک ہو جائیں۔ دوسرے اپنے جیتے جی یہ ایمان نہ لاویں۔ تیسرے یہ کہ مرتے وقت ایمان لاویں اور پھر ایمان قبول نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فرعونیوں کا روپیہ پیسہ، پھل، غلہ سب پتھر ہو گیا اور ایمان کی توفیق زندگی میں نہ ملی۔ اور ڈوبتے وقت فرعون ایمان لایا اور بولا اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ میں حضرت موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتا ہوں مگر ایمان قبول نہ ہوا۔ دیکھو فرعون کے سوا کوئی کافر قوم ایمان لا کر نہ مری جو کلیم اللہ علیہ السلام کے منہ سے نکلا وہ ہی ہوا۔

﴿۱﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (پ ۱، البقرۃ:۱۲۶)

جب ابراہیم نے عرض کیا کہ مولیٰ اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور یہاں کے باشندوں کو طرح طرح کے پھل دے۔

﴿۲﴾ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ص (پ ۱، البقرۃ:۱۲۸)

ابراہیم نے دعا کی کہ ہماری اولاد میں ہمیشہ ایک جماعت فرمانبردار رکھ۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ (پ ۱، البقرۃ: ۱۲۹)

اے رب ہمارے اسی مسلم جماعت میں وہ رسول آخری بھیج جوان پر تیری آیتیں تلاوت کرے۔

﴿٤﴾رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۝ (پ ۱۳، ابراھیم: ۳۷)

اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک جنگل میں بسائی ہے جس میں کھیتی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے رب ہمارے اس لئے کہ نماز قائم رکھیں تو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شائد وہ احسان مانیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی حسب ذیل دعاؤں کا ذکر فرمایا: ﴿۱﴾اس جنگل کو شہر بنادے ﴿۲﴾شہر امن والا ہو ﴿۳﴾یہاں کے باشندوں کو روزی اور پھل دے ﴿٤﴾ہماری اولاد سب کافر نہ ہوجائے۔ ہمیشہ کچھ مسلمان ضرور رہیں ﴿۵﴾اس مومن اولاد میں نبی آخر الزمان پیدا ہوں ﴿٦﴾لوگوں کے دل اس بستی کی طرف مائل فرمادے۔ ﴿۷﴾یہ لوگ نماز قائم رکھیں۔

آج بھی دیکھ لو کہ یہ سات دعائیں کیسی قبول ہوئیں۔ وہاں آج تک مکہ شریف آباد ہے آپ کی ساری اولاد کافر نہ ہوئی سید صاحبان سب گمراہ نہیں ہوسکتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی مومن جماعت میں پیدا ہوئے۔ وہاں باوجود یکہ کھیتی باڑی نہیں مگر رزق اور پھل کی کثرت ہے ہر جگہ قحط سے لوگ مرتے ہیں مگر وہاں آج

www.sirat-e-mustaqeem.com

تک کوئی قحط سے نہیں مرا مسلمانوں کے دل مکہ شریف کی طرف کیسے مائل ہیں وہ دن رات دیکھنے میں آرہا ہے کہ فاسق وفاجر بھی مکہ پر فدا ہیں۔

نوٹ ضروری: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منہ سے نکل گیا کہ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ بے کھیتی والا جنگل تاثیر تو دیکھو کہ اب تک وہ جگہ ریتلی ہی ہے کہ وہاں کھیتی ہوسکتی ہی نہیں۔ یہ ان کی زبان کی تاثیر ہے۔ اور کیوں نہ ہو رب تعالیٰ نے فرمایا: اپنا لڑکا ذبح کردو۔ عرض کیا: بہت اچھا۔ فرمایا: اپنے کو نمرود کی آگ میں ڈال دو۔ عرض کیا: بہت اچھا۔ فرمایا: اپنے بچے بیوی کو ویران جنگل میں بے آب ودانہ چھوڑ آؤ۔ عرض کیا: بہت اچھا۔ یہ نہ پوچھا کہ کیوں؟ جب وہ رب تعالیٰ کی اتنی مانتے ہیں تو رب تعالیٰ بھی ان کی مانتا ہے۔ خلیل نے کہا جلیل نے مانا غرضکہ انکی زبان کن کی کنجی ہے۔

﴿۱﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا

(پ۲۹، نوح: ۲۶۔۲۸)

اور نوح نے عرض کیا کہ اے رب میرے زمین پر کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ، بے شک اگر تو انہیں چھوڑے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور نہ جنیں گے مگر بدکار ناشکرا۔ اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی

سورۂ نوح کی ان آخری تین آیتوں میں نوح علیہ السلام کی تین دعائیں ذکر

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوئیں۔سارے کافروں کو ہلاک کردے کہ اب ان کی اولاد بھی کافر ہی ہوگی۔میری اور میرے ماں باپ کی مغفرت کر اور جو میرے گھر میں پناہ لے لے اسے بھی بخش دے۔ان دعاؤں کو رب تعالیٰ نے حرف بحرف قبول فرمایا۔سارے عالم کے کافر غرق کردیے گئے۔آپ کے ماں باپ کی مغفرت کی گئی اور جس نے کشتی میں پناہ لی اسے بچالیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے نبوت کی عینک سے ان کی ہونے والی اولاد تک کا حال معلوم کرلیا کہ وہ کافر ہی ہوگی۔خلاصہ یہ ہوا کہ ان حضرات کی زبانیں ''کن'' کی کنجی ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی جو دعا ارادہ الٰہی کے خلاف ہوتی ہے اس سے انہیں روک دیا جاتا ہے تاکہ ان کی زبان خالی نہ جاوے اور یہ انتہائی عظمت ہوتی ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ۝ (پ۱۲،ھود:۷۶)

اے ابراہیم اس دعا سے اعراض کرو قوم لوط پر عذاب آنے والا ہے نہیں لوٹ سکتا۔

﴿۲﴾ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ (پ۱۰،التوبۃ:۸۴)

آپ منافقین میں سے کسی پر جو مرجائے نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔

ابراہیم علیہ السلام نے قوم لوط کے لئے دعا فرمائی لیکن چونکہ ان کی نجات ارادہ الٰہی کے خلاف تھی لہٰذا انہیں اس سے روک دیا گیا۔ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو

www.sirat-e-mustaqeem.com

منافق پر جنازہ سے روک دیا گیا کیونکہ اس نماز میں میت کے لئے دعا بخشش ہوتی ہے اور منافقین کی بخشش ارادۂ الٰہی کے خلاف ہے لہٰذا آپ کو اور آپ کے صدقے سے سب کو اس سے منع کر دیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کی دعا قبول ہو تو بھی ان کی عظمت اور اگر ان کی دعا کسی وجہ سے قبول نہ بھی ہو سکے تو بھی ان کی عظمت ہے، ان کی مثل کوئی ہو سکتا ہی نہیں۔

مسئلہ نمبر ۴

محبوبانِ خدا دور سے سنتے دیکھتے ہیں۔

اللہ کے پیارے بندے نزدیک و دور کی چیزیں دیکھتے ہیں اور دور کی آہستہ آواز بھی باذنِ الٰہی سنتے ہیں۔ قرآن کریم اس پر گواہ ہے۔

﴿۱﴾ قَالَتْ نَمْلَةٌ يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ج لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ لا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا (پ ۱۹، النمل: ۱۸، ۱۹)

ایک چیونٹی بولی کہ اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں تو سلیمان اس چیونٹی کی آواز سن کر مسکرا کر ہنسے۔

چیونٹی کی آواز نہایت باریک جو ہم کو قریب سے بھی معلوم نہیں ہوتی حضرت سلیمان علیہ السلام نے کئی میل دور سے سنی کیونکہ وہ اس وقت چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی جب آپ کا لشکر ابھی اس جنگل میں داخل نہ ہوا تھا اور لشکر تین میل میں تھا تو آپ نے یہ آواز یقیناً تین میل سے زیادہ فاصلہ سے سنی۔ رہا چیونٹیوں کا یہ کہنا کہ ”وہ بے خبری

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں کچل دیں۔'' اس سے مراد بے علمی نہیں ہے بلکہ ان کا عدل وانصاف بتانا مقصود ہے کہ وہ بے قصور چیونٹی کو بھی نہیں مارتے۔ اگر تم کچلی گئیں تو اس کی وجہ صرف ان کی بے توجہی ہوگی کہ تمہارا خیال نہ کریں اور تم کچلی جاؤ۔

﴿۱﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ○ (پ۱۳، یوسف: ۹۴)

جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں ان کے باپ نے کہا کہ بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر تم مجھے سٹھیا ہوا نہ کہو۔

یعقوب علیہ السلام کنعان میں ہیں اور یوسف علیہ السلام کی قمیص مصر سے چلی ہے اور آپ نے خوشبو یہاں سے پالی۔ یہ نبوت کی طاقت ہے۔

﴿۲﴾ قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ط (پ۱۹، النمل: ۴۰)

اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس حاضر کردوں گا آپ کے پلک مارنے سے پہلے۔

آصف شام میں ہیں اور بلقیس کا تخت یمن میں اور فوراً لانے کی خبر دے رہے ہیں اور لانا جانے کے بغیر ناممکن ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ اس تخت کو یہاں سے دیکھ رہے ہیں یہ ہے ولی کی نظر۔

﴿۳﴾ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ لا فِىْ بُيُوْتِكُمْ ط (پ۳، اٰل عمرٰن: ۴۹)

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس کی جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو جمع کرتے ہو۔

عیسیٰ علیہ السلام کی آنکھ گھروں کے اندر جو ہو رہا ہے اسے دور سے دیکھ رہی ہے کہ کون کھا رہا ہے اور کیا رکھ رہا ہے یہ ہے نبی کی قوت نظر۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۴﴾اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط (پ۸،الاعراف:۲۷)
وہ ابلیس اور اس کا قبیلہ تم سب کو دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔

﴿۱﴾قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ.(پ۲۱،السجدۃ:۱۱)
فرمادو تم سب کو موت کا فرشتہ موت دیگا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

شیطان اور اس کی ذریت کو گمراہ کرنے کے لئے، ملک الموت کو جان نکالنے کے لئے یہ طاقت دی کہ عالم کے ہر انسان بلکہ ہر جاندار کو دیکھ لیتے ہیں تو انبیاء واولیاء کو جو رہبر وہادی ہیں سارے عالم کی خبر ہونا لازم ہے تاکہ دوا کی طاقت بیماری سے کم نہ ہو۔

﴿۲﴾وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ (پ۱۷،الحج:۲۷)
اور لوگوں کو حج کا اعلان سنا دو وہ آئیں گے تمہارے پاس پیدل اور ہر اونٹنی پر۔

ابراہیم علیہ السلام کی آواز تمام انسانوں نے سنی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

﴿۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ○(پ۷،الانعام:۷۵)
اور اس طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہوجائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں کو رب تعالیٰ نے وہ بینائی بخشی کہ انہوں نے "تحت الثریٰ" سے "عرش اعلیٰ" تک دیکھ لیا۔ کیونکہ خدا کی بادشاہی تو ہر جگہ ہے اور ساری بادشاہی انہیں دکھائی گئی۔

﴿۴﴾اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ○(پ۳۰،الفیل:۱)
کیا نہ دیکھا آپ نے کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا؟

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ۝(پ ۳۰،الفجر:٦) کیا نہ دیکھا آپ نے اے محبوب کہ آپ کے رب نے قوم عاد سے کیا کیا؟

اصحاب فیل کی تباہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریف سے چالیس دن پہلے ہے اور قوم عاد وثمود پر عذاب آنا حضور کی ولادت شریف سے ہزاروں برس پہلے ہے لیکن ان دونوں قسم کے واقعوں کے لئے رب تعالیٰ نے استفہام انکاری کے طور پر فرمایا:''اَلَمْ تَرَ'' کیا آپ نے یہ واقعات نہ دیکھے یعنی دیکھے ہیں معلوم ہوا کہ نبی کی نظر گذشتہ آئندہ سب کو دیکھتی ہے اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات دوزخ میں مختلف قوموں کو عذاب پاتے دیکھا۔ حالانکہ ان کا عذاب پانا قیامت کے بعد ہوگا۔ اس لئے رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿۲﴾سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۝(پ ۱۵،بنی اسرآءیل:۱) پاک ہے وہ اللہ جو راتوں رات لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں بے شک وہ بندہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر نے اگلے پچھلے واقعات، اللہ کی ذات، صفات، نشانیاں، قدرت سب کو دیکھا۔

اعتراض: یعقوب علیہ السلام کی نظر اور قوت شامہ اگر اتنی تیز تھی کہ مصر کے حالات معلوم کر لیئے تو چالیس سال تک فراق یوسف میں کیوں روتے رہے ان کے رونے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یوسف علیہ السلام سے بے خبر تھے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

جواب: اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ انبیاء کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہیں جب چاہتا ہے تب انہیں ادھر متوجہ کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے ادھر متوجہ نہیں فرماتا۔ بے علمی اور ہے بے توجہی کچھ اور۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا گریہ عشق الٰہی میں تھا یوسف علیہ السلام اس کا سبب ظاہری تھے مجاز حقیقت کا پل ہے ورنہ آپ یوسف علیہ السلام کے ہر حال سے واقف تھے خود قرآن کریم نے ان کے کچھ قول ایسے نقل فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتے تھے۔ فرماتا ہے۔

﴿۱﴾قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِط(پ۱۳،یوسف:۸۶،۸۷)

میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اے بچو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ سے ناامید نہ ہو۔

﴿۲﴾عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًاط(پ۱۳،یوسف:۸۳)

قریب ہے کہ اللہ ان تینوں یہودا، بنیامین، یوسف کو میرے پاس لائے گا۔

پہلی آیت میں فرمایا گیا کہ برادران یوسف علیہ السلام بنیامین کو مصر میں چھوڑ کر آئے تھے مگر آپ فرماتے ہیں یوسف اور اس کے بنیامین بھائی کا سراغ لگاؤ یعنی وہ دونوں ایک ہی جگہ ہیں دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ دوبارہ مصر میں بظاہر یہودا اور بینامین دونوں گئے تھے مگر آپ فرماتے ہیں کہ اللہ ان تینوں کو میرے پاس لائے گا تیسرے کون تھے وہ یوسف علیہ السلام ہی تو تھے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (پ ۱۲، یوسف:٦)

اے یوسف تمہیں اللہ اسی طرح نبوت کے لئے چنے گا اور تمہیں باتوں کا انجام بتائے گا۔

خود تعبیر دے چکے ہیں کہ تم نبی بنو گے اور علم تعبیر دیئے جاؤ گے اور ابھی تک وہ تعبیر ظاہر نہ ہوئی تھی اور آپ جانتے تھے کہ یہ خواب سچا ہے ضرور ظاہر ہوگا۔

اعتراض: حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کے ملک کی خبر نہ ہوئی ہدہد نے کہا

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍo (پ ۱۹، النمل:۲۲)

میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی اور میں آپ کے پاس سبا سے سچی خبر لایا ہوں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَo (پ ۱۹، النمل:۲۷)

فرمایا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔

اگر آپ ملک بلقیس سے واقف ہوتے تو بلقیس کے پاس خط بھیج کر یہ تحقیق کیوں فرماتے کہ ہدہد سچا ہے یا جھوٹا معلوم ہوا کہ آپ بلقیس سے بے خبر تھے اور ہدہد خبردار تھا پتا لگا کہ نبی کے علم سے جانور کا علم زیادہ ہوسکتا ہے۔ (وہابی دیوبندی)

جواب: ان آیات میں رب تعالیٰ نے کہیں نہ فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کو علم نہ تھا ہدہد نے بھی آ کر یہ نہ کہا کہ آپ کو بلقیس کی خبر نہیں وہ کہتا ہے اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ میں وہ چیز دیکھ کر آیا جو آپ نے نہ دیکھی۔ یعنی نہ آپ وہاں گئے تھے نہ دیکھ کر آئے تھے۔ یہ کہاں سے پتا لگا کہ آپ بے خبر بھی تھے اگر بے خبر ہوتے تو جب آصف کو حکم دیا کہ بلقیس کا تخت لاؤ تو آصف نے کہا کہ حضور میں نے وہ جگہ دیکھی نہیں نہ مجھے خبر ہے کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس کا تخت کہاں رکھا ہے آپ ہدہد کو میرے ساتھ بھیجیں وہ راستہ دکھائے تو میں لادوں گا نہ کسی سے راستہ پوچھا نہ پتا دریافت کیا بلکہ آناً فاناً حاضر کر دیا۔ اگر وہ تخت ان کی نگاہوں کے سامنے نہ تھا تو لے کیسے آئے جب آصف کی نگاہ سے تخت غائب نہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیسے غائب ہوگا۔ مگر ہر کام کا ایک وقت اور ایک سبب ہوتا ہے بلقیس کے ایمان لانے کا یہ ہی وقت تھا اور ہدہد کو اس کا سبب بنانا منظور تھا تا کہ پتا لگے کہ پیغمبروں کے درباری جانور بھی لوگوں کو ایمان دیا کرتے ہیں اس لیے اس سے پہلے آپ کو بلقیس کی خبر نہ دی۔ آپ کا تحقیق فرمانا بے علمی کی دلیل نہیں ورنہ رب تعالیٰ بھی قیامت میں تمام مخلوق کے اعمال کی تحقیق فرما کر فیصلہ کرے گا۔ تو چاہئے کہ وہ بھی بے خبر ہو۔

مسئلہ نمبر ۵

مردے سنتے ہیں اور محبوبین بعد وفات مدد کرتے ہیں

اس مسئلہ کی تحقیق پہلے بابوں میں ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مردے سنتے ہیں اور زندوں کے حالات دیکھتے ہیں کچھ اجمالی طور سے یہاں عرض کیا جاتا ہے۔

﴿۱﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ○ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ○

(پ۸، الاعراف: ۷۸۔۷۹)

پس پکڑ لیا قوم صالح کو زلزلے نے تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے پھر صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا کہ اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ۝(پ ۹، الاعراف: ۹۳)

تو شعیب نے ان مرے ہوؤں سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت کی تو کیوں کر غم کروں کافروں پر۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ صالح علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام نے ہلاک شدہ قوم پر کھڑے ہو کر ان سے یہ باتیں کیں۔

﴿۳﴾وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ق اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ۝

ان رسولوں سے پوچھو جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا اور خدا ٹھہرائے ہیں جو پوجے جاویں۔

(پ ۲۵، الزخرف: ۴۵)

گزشتہ نبی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں وفات پا چکے تھے فرمایا جا رہا ہے کہ وفات یافتہ رسولوں سے پوچھو کہ ہم نے شرک کی اجازت نہ دی تو ان کی امتیں ان پر تہمت لگا کر کہتی ہیں کہ ہمیں شرک کا حکم ہمارے پیغمبروں نے دیا ہے۔

اگر مردے نہیں سنتے تو ان سے پوچھنے کے کیا معنی؟ بلکہ اس تیسری آیت سے تو یہ معلوم ہوا کہ خاص بزرگوں کو مردے جواب بھی دیتے ہیں اور وہ جواب بھی سن لیتے ہیں۔ اب بھی کشف قبور کرنے والے مردوں سے سوال کر لیتے ہیں۔ اس لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے مقتول کافروں سے پکار کر فرمایا کہ بولو میرے تمام فرمان سچے تھے یا نہیں۔ فاروق اعظم نے عرض کیا کہ بے جان مردوں سے آپ کلام کیوں فرماتے ہیں تو فرمایا وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب فی عذاب القبر، الحدیث ۱۳۷۰، ج ۱، ص ۴۶۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوسری روایت میں ہے کہ دفن کے بعد جب زندے واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے۔(مکاشفۃ القلوب،الباب الخامس والاربعون فی بیان القبر وسؤالہ،ص ۱۷۱،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اسی لئے ہم نمازوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے ہیں اور کھانا کھانے والے، استنجا کرنے والے، سوتے ہوئے کو سلام کرنا منع ہے کیونکہ وہ جواب نہیں دے سکتے تو جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا منع ہے اگر مردے نہ سنتے ہوتے تو قبرستان جاتے وقت انہیں سلام نہ کیا جاتا اور نماز میں حضور کو سلام نہ ہوتا۔

ضروری ہدایت: زندگی میں لوگوں کی سننے کی طاقت مختلف ہوتی ہے بعض قریب سے سنتے ہیں جیسے عام لوگ اور بعض دور سے بھی سن لیتے ہیں جیسے پیغمبر اور اولیاء۔مرنے کے بعد یہ طاقت بڑھتی ہے گھٹتی نہیں لہٰذا عام مردوں کو ان کے قبرستان میں جا کر پکار سکتے ہیں دور سے نہیں لیکن انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو دور سے بھی پکار سکتے ہیں کیونکہ وہ جب زندگی میں دور سے سنتے تھے تو بعد وفات بھی سنیں گے۔لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ سے سلام عرض کرو مگر دوسرے مردوں کو صرف قبر پر جا کر دور سے نہیں۔

دوسری ہدایت: اگرچہ مرنے کے بعد روح اپنے مقام پر رہتی ہے لیکن اس کا تعلق قبر سے ضرور رہتا ہے کہ عام مردوں کو قبر پر جا کر پکارا جاوے تو سنیں گے مگر اور جگہ سے نہیں۔جیسے سونے والا آدمی کہ اس کی ایک روح نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے لیکن اگر اس کے جسم کے پاس کھڑے ہو کر آواز دو تو سنے گی۔دوسری جگہ سے نہیں سنتی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اعتراض: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو نماز وغیرہ میں سلام کیا جاوے اس میں یہ نیت نہ ہو کہ آپ سن رہے ہیں بلکہ جیسے کسی سے سلام کہلا کر بھیجتے ہیں یا کسی کو خط میں سلام لکھتے ہیں ایسے ہی سلام کیا جائے کیونکہ دور کے آدمی کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں اور پاس والے کا سلام خود حضور سنتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ (وہابی)

جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تمہارے عقیدے کے یہ بھی خلاف ہے کہ تم تو کہتے ہو کہ مردے سنتے ہی نہیں اور آیات پیش کرتے ہو اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر انور میں سے سن لیا تو تمہارے قول کے خلاف ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ جب کسی کے ہاتھ سلام کہہ کر بھیجتے ہیں تو اسے خطاب کر کے السلام علیکم نہیں کہتے بلکہ جانے والے کو کہتے ہیں کہ ہمارا سلام کہہ دینا ہم لوگ نماز وغیرہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خط تو لکھتے نہیں تمہارے قول کے مطابق فرشتوں سے کہلا کر بھیجتے ہیں تو اس صورت میں یہ نہ کہا جاتا کہ اے نبی تم پر سلام ہو بلکہ یوں کہا جانا چاہئے کہ اے فرشتو! حضور سے ہمارا سلام کہنا، خطاب فرشتوں سے ہونا چاہیے تھا۔ تیسرے یہ کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ دور والے کا سلام نہیں سنتے صرف یہ ہے کہ دور والے کا سلام ملائکہ پیش کرتے ہیں ہوسکتا ہے کہ ملائکہ بھی پیش کرتے ہوں اور سرکار خود بھی سنتے ہوں، جیسے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں تو خدا کیا ان کے اعمال خود نہیں جانتا ضرور جانتا ہے مگر پیشی بھی ہوتی ہے۔

اعتراض: مردے نہیں سنتے قرآن کریم فرما رہا ہے:

﴿۱﴾ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ○ (پ ۲۲، فاطر: ۲۲)

تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ○ وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ ط (پ ۲۰، النمل: ۸۰، ۸۱)

پس تم نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہیں سنا سکتے بہروں کو پکار جب وہ پیٹھ دے کر پھریں اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ۔

ان آیات میں صاف بتایا گیا کہ قبر والے اور مردے نہیں سنتے۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ تم بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سننے کے قائل ہو کہ جو قبر انور پر سلام پڑھا جاوے وہ سرکار سن لیتے ہیں وہ بھی اس آیت کے خلاف ہوا۔ دوسرے یہ کہ آیت میں یہ بھی ہے کہ تم اندھوں کو گمراہی سے نہیں نکال سکتے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہزاروں اندھے ہدایت پر آ گئے۔ تیسرے یہ کہ یہاں قبر والوں اور مردوں، اندھوں اور بہروں سے مراد وہ کفار ہیں جن پر مہر ہو چکی جن کے ایمان کی توقع نہیں اسے خود قرآن کریم بتا رہا ہے۔ چنانچہ تمہاری پیش کردہ انہی آیات کے آخر میں یہ ہے۔

﴿۱﴾اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (پ ۲۰، النمل: ۸۱)

تم اس کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاویں اور وہ مسلمان ہوں۔

یہ سورۂ نمل اور سورۂ روم میں دونوں جگہ ہے اگر وہاں اندھے، بہرے، مردے سے مراد یہ اندھے اور مردے ہوتے تو ان کے مقابل ایمان اور اسلام کا ذکر کیوں ہوتا۔ پتا لگا کہ اس سے دل کے مردے، دل کے اندھے مراد ہیں۔ انہیں مردہ بہرہ اس لئے فرمایا کہ جیسے مردے پکار سے نفع اور نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ایسے ہی یہ لوگ ہیں نیز قرآن کریم کافروں کے بارے میں فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ○(پ۱،البقرۃ:۱۸)

یہ کفار بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ نہ لوٹیں گے۔

﴿۳﴾اَوَ مَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ○

(پ۸،الانعام:۱۲۲)

اور کیا وہ جو مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں یوں ہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال بھلے کر دیئے گئے ہیں۔

اس آیت میں مردے سے مراد کافر، زندگی سے مراد ہدایت، اندھیروں سے مراد کفر، روشنی سے مراد ایمان ہے۔ یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیات کی تفسیر ہے۔

﴿۴﴾مَنۡ كَانَ فِىۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى وَاَضَلُّ سَبِيۡلًا○(پ۱۵،بنی اسرآءیل:۷۲)

جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستے سے بہکا ہوا ہے۔

اس میں بھی اندھے سے مراد دل کا اندھا ہے نہ کہ آنکھ کا اندھا، بہر حال جن آیتوں میں اندھوں، مردوں، بہروں کے نہ سننے نہ ہدایت پانے کا ذکر ہے۔ وہاں کفار مراد ہیں بلکہ مردے مدد بھی کرتے ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

﴿۱﴾وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيۡتُكُمۡ مِّنۡ كِتٰبٍ وَّحِكۡمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنۡصُرُنَّهٗ ؕ

(پ۳،ال عمرٰن:۸۱)

اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول تشریف لاویں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریں تو تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا حالانکہ وہ پیغمبر آپ کے زمانہ میں وفات پا چکے تو پتا لگا کہ وہ حضرات بعد وفات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان بھی لائے اور روحانی مدد بھی کی چنانچہ سب نبیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے معراج کی رات نماز پڑھی یہ اس ایمان کا ثبوت ہوا حج وداع میں بہت سے پیغمبر آپ کے ساتھ حج میں شریک ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام نے اسلام والوں کی مدد کی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں آخر میں عیسیٰ علیہ السلام بھی ظاہری مدد کے لئے آئیں گے اموات کی مدد ثابت ہوئی۔

﴿۲﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (پ ۵، النساء: ٦٤)

اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو تمہارے پاس آجاویں پھر خدا سے مغفرت مانگیں اور رسول بھی ان کیلئے دعاء مغفرت کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے توبہ قبول ہوتی ہے اور یہ مدد زندگی سے خاص نہیں بلکہ قیامت تک یہ حکم ہے یعنی بعد وفات بھی ہماری توبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی مدد سے قبول ہوگی بعد وفات مدد ثابت ہوئی ۔اسی لئے آج بھی حاجیوں کو حکم ہے کہ مدینہ منورہ میں سلام پڑھتے وقت یہ آیت پڑھ لیا کریں اگر یہ آیت فقط زندگی کے لئے تھی تو اب وہاں حاضری کا اور اس آیت کے پڑھنے کا حکم کیوں ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۝ (پ۱۷، الانبیاء:۱۰۷) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کی رحمت ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی جہان تو رہے گا اگر آپ کی مدد اب بھی باقی نہ ہو تو عالم رحمت سے خالی ہو گیا۔

﴿۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (پ۲۲، سبا:۲۸) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔

اس "لِلنَّاسِ" میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آئے اور آپ کی یہ مدد تا قیامت جاری ہے۔

﴿۵﴾ وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ج فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِهٖ ز (پ۱، البقرۃ:۸۹) اور یہ بنی اسرائیل کافروں کے مقابلہ میں اسی رسول کے ذریعہ سے فتح کی دعا کرتے تھے پھر جب وہ جانا ہوا رسول ان کے پاس آیا تو یہ ان کا انکار کر بیٹھے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے بھی لوگ آپ کے نام کی مدد سے دعائیں کرتے اور فتح حاصل کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد دنیا میں آنے سے پہلے شامل حال تھی تو بعد بھی رہے گی اسی لئے آج بھی حضور کے نام کا کلمہ مسلمان بناتا ہے۔ درود شریف سے آفات دور ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات سے فائدہ ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات سے بنی اسرئیل جنگوں میں فتح حاصل کرتے تھے۔ یہ سب بعد وفات کی مدد ہے بلکہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

حقیقت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم! اب بھی بحیات حقیقی زندہ ہیں ایک آن کے لئے موت طاری ہوئی اور پھر دائمی زندگی عطا فرما دی گئی قرآن کریم تو شہیدوں کی زندگی کا بھی اعلان فرما رہا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ زندوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں عالم ہے، حافظ ہے، قاضی ہے اور مردوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عالم تھا، زندوں کے لئے ''ہے'' اور مردوں کے لئے ''تھا'' استعمال ہوتا ہے۔ نبی کا کلمہ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کی زندگی میں پڑھتے تھے وہی کلمہ قیامت تک پڑھا جاوے گا کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ صحابہ کرام بھی کہتے تھے کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین ہیں اور ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں اگر آپ زندہ نہ ہوتے تو ہمارا کلمہ بدل جانا چاہئے تھا ہم کلمہ یوں پڑھتے کہ حضور اللہ تعالیٰ کے رسول تھے، جب آپ کا کلمہ نہ بدلا تو معلوم ہوا کہ آپ کا حال بھی نہ بدلا لہٰذا آپ اپنی زندگی شریف کی طرح ہی سب کی مدد فرماتے ہیں ہاں اس زندگی کا ہم کو احساس نہیں۔

مسئلہ نمبر ۶

یادگاریں قائم کرنا اور بڑی تاریخوں پر خوشیاں منانا

جس تاریخ یا جس دن میں کبھی کوئی نعمت آئی ہوتا قیامت وہ تاریخ معظم ہوجاتی ہے۔ اس تاریخ میں یادگاریں منانا، خوشیاں منانا، خوشی میں عبادتیں کرنا حکم قرآن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (پ ۲، البقرۃ: ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ o وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ o لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ o

بے شک ہم نے قرآن شب قدر میں اتارا اور تمہیں کیا خبر کہ شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(پ ۳۰،القدر: ۱۔۳)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ شب قدر اور ماہ رمضان کی اتنی عظمت ہے کہ شب قدر تو ہزار ماہ سے افضل ہوگئی اور ماہ رمضان باقی مہینوں سے بہتر ہوگیا اور اس کا نام قرآن میں آیا اس کے سوا کسی مہینہ کا نام قرآن میں نہ آیا محض اس لئے کہ یہ مہینہ اور یہ رات قرآن کے نزول کا وقت ہے قرآن تو ایک دفعہ اتر چکا مگر ان کی یہ عظمت ہمیشہ کیلئے ہوگئی۔

﴿۳﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ o

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

(پ ۳۰،الضحی: ۱۱)

﴿۴﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ o (پ ۱۱،یونس: ۵۸)

فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ وہ ان کی دھن دولت سے بہتر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس تاریخ میں اللہ کی نعمت ملی ہو اس کی یادگار مناؤ، خوشیاں مناؤ۔

﴿۵﴾ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ o (پ ۱۳،ابراھیم: ۵)

اے موسیٰ بنی اسرائیل کو اللہ کے دن یاد دلادو جن دنوں میں ان پر نعمتیں اتریں بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر گزار کو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿٦﴾قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ج (پ٧،المآئدة:١١٤)

عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا کہ یارب ہم پر آسمان سے دسترخوان اتار کہ وہ ہمارے لئے اگلوں پچھلوں کی عید ہو اور یہ تیری طرف سے نشانی ہو۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو انعامات کی تاریخیں یاد دلاتے رہو ان کی یادگاریں قائم کرو اور عیسیٰ علیہ السلام نے غیبی دسترخوان کے آنے کی تاریخ کو اپنے اگلے پچھلے سارے عیسائیوں کے لئے عید قرار دیا۔ لہٰذا میلاد شریف، گیارہویں شریف، بزرگوں کے عرس، فاتحہ، چالیسواں، تیجہ وغیرہ سب جائز ہیں کیونکہ یہ اللہ کی نعمت کی یادگاریں ہیں اور یادگاریں منانا حکم قرآنی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿٧﴾ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے۔

(پ٦،المآئدة:٧)

اعتراض: مسلم و بخاری کی روایت میں ہے کہ جمعہ کا روزہ نہ رکھو۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعة، الحدیث ١٩٨٤، ج١، ص٦٥٢، دار الکتب العلمیة بیروت) بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کو روزے سے خاص نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ کسی دن کی تعیین منع ہے۔ چونکہ میلاد اور عرس میں تاریخ مقرر ہوتی ہے لہٰذا منع ہے۔ (وہابی)

جواب: اس کا جواب اسی حدیث میں آگے ہے کہ اگر جمعہ کسی ایسی تاریخ میں آجائے جس کے روزے کے تم عادی ہو تو رکھو یعنی اگر کسی کی عادت بارہویں کے روزے کی ہے اور جمعہ بارہویں کو آگیا تو رکھ لے، نیز فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

www.sirat-e-mustaqeem.com

کہ ''صرف جمعہ کو روزہ نہ رکھے بلکہ آگے پیچھے ایک دن اور بھی ملائے'' معلوم ہوا کہ مقرر کرنا منع نہیں بلکہ جمعہ کے روزہ کی ممانعت ہے ممانعت کی وجہ کچھ اور ہے۔ کیا وجہ ہے؟ اس کے متعلق علماء کے بہت سے قول ہیں ایک یہ بھی ہے کہ جمعہ مسلمانوں کی عید ہے اور عید کو روزہ منع ہوتا ہے اس مناسبت سے اس کا روزہ منع ہے یعنی یہ مشابہ عید کے ہے دوسرے یہ کہ جمعہ کا دن کام کاج کا ہے غسل کرنا، کپڑے تبدیل کرنا، جمعہ کی تیاری کرنا، خطبہ سننا، نماز جمعہ پڑھنا، ممکن ہے کہ روزے کی وجہ سے تکلیف ہو لہٰذا ان کاموں کی وجہ سے روزہ نہ رکھے جیسے حاجی کو نویں تاریخ بقرعید کا روزہ اور حاجی کو بقرعید کی نماز مکروہ ہے اس لئے کہ وہ دن اس کے کام کے ہیں روزے سے اس کے کاموں میں حرج ہوگا۔ تیسرے یہ کہ صرف جمعہ کے روزے میں یہود سے مشابہت ہے کہ وہ صرف ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں تم اگر جمعہ کا روزہ رکھو تو آگے پیچھے ایک دن اور ملا لو تا کہ مشابہت نہ رہے۔ چوتھے یہ کہ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ دوشنبہ کا روزہ کیسا ہے فرمایا کہ اسی دن ہماری ولادت ہے اسی دن نزول وحی کی ابتداء ہوئی۔ لہٰذا روزہ رکھو اور خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ اسی خوشی میں رکھا کہ اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی اگر یادگاریں منانا برا ہوتا تو یہ یادگاریں کیوں منائی جاتیں؟

اعتراض: چونکہ میلاد شریف اور عرس میں لوگ بہت حرام کام بھی کرتے ہیں لہٰذا یہ منع ہے۔

جواب: قاعدہ غلط ہے کوئی سنت حرام کام کے ملنے سے ناجائز نہیں ہو جاتی نکاح سنت ہے مگر لوگوں نے اس میں ہزاروں خرافات ملا دیں تو نکاح کو نہیں روکا جاتا بلکہ ان چیزوں سے منع کیا جاتا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

مسئلہ نمبر ۷

بزرگوں کی جگہ کی تعظیم اور وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے

جس جگہ کوئی ولی رہتے ہوں یا رہے ہوں یا کبھی بیٹھے ہوں وہ جگہ حرمت والی ہے، وہاں عبادت اور دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اس کی تعظیم کرو، دعا مانگو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ط وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (پ ۱، البقرۃ:۵۸)

اور یاد کرو جب ہم نے کہا کہ داخل ہو تم اس بستی میں پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک خوب کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور نیکی والوں کو اور زیادہ دیں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا کہ جب بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے گھسو اور گناہ کی معافی مانگو، بیت المقدس نبیوں کی بستی ہے اس کی تعظیم کرالی گئی کہ سجدہ کرتے ہوئے جاؤ اور وہاں جا کر توبہ کرو۔

﴿۲﴾ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط (پ ٤، اٰل عمرٰن:۹۷)

جو اس مکہ میں داخل ہو گیا امن والا ہو گیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۳﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ (پ ۲۱، العنکبوت:٦٧)

کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرم شریف کو امن والا بنایا اور ان کے آس پاس کے لوگ اچک لئے جاتے ہیں کیا باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

ان آیتوں سے پتہ چلا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی بستی جو کعبہ معظّمہ کا شہر ہے بہت حرمت والا اور عظمت والا ہے۔

﴿٤﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۝ (پ۳، ال عمرٰن:۳۸)

وہاں مریم کے پاس زکریا نے دعا مانگی عرض کیا کہ اے رب مجھے اپنی طرف سے ستھری اولاد دے بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔

﴿۵﴾ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا ۝ (پ ۱۵، الکھف:۲۱)

اور جو اس معاملہ پر غالب آئے وہ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر اولاد کی دعا مانگی تا کہ قرب ولی کی وجہ سے دعا جلد قبول ہو اور مسلمانوں نے اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنائی تا کہ ان کی برکت سے زیادہ قبول ہوا کرے۔

﴿٦﴾ لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ (پ ۳۰، البلد:۱۔۲)

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی جبکہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۷﴾ وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ٥ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ٥ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ٥

قسم ہے انجیر کی، زیتون کی اور طور سینا پہاڑ کی اور اس امانت والے شہر کی۔

(پ ۳۰، التین: ۱۔۳)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ کے بندے ہوں وہ جگہ ایسی حرمت والی ہو جاتی ہے کہ اس کی رب قسم فرماتا ہے۔

ان آیات سے یہ بھی پتہ لگا کہ بزرگوں کے چلّے جہاں انہوں نے عبادت کی وہاں جا کر نماز پڑھنا، دعا کرنا، اس جگہ کی تعظیم کرنا باعث ثواب ہے اسی لئے مدینہ منورہ میں ایک عبادت کا ثواب پچاس ہزار ہے اور مکہ مکرمہ میں ایک کا ثواب ایک لاکھ۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ جگہ اللہ کے پیاروں کی ہے، ریل اگرچہ مساوی لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی صرف اسٹیشن پر ہے، اللہ کے بندوں کی جگہ رحمت خدا کے اسٹیشن ہیں۔

مسئلہ نمبر ۸

سچے مذہب کی پہچان

اسلام میں آج بہت سے فرقے ہیں اور ہر فرقہ اپنے کو حق کہتا ہے اور ہر ایک قرآن سے اپنا مذہب ثابت کرتا ہے۔ قرآن سے پوچھو کہ سچا مذہب کون ہے وہ فرماتا ہے:

﴿۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ٥

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

(پ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۹)

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ (پ ۱، الفاتحة: ۵۔۶)

ہم کو سیدھے رستے کی ہدایت دے اوران کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

﴿۳﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط (پ ۷، الانعام: ۹۰)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو تم ان ہی کی راہ پر چلو۔

﴿۴﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (پ ۱، البقرة: ۱۳۳)

اولاد یعقوب نے کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم اسمٰعیل اسحاق کے معبودوں کو پوجیں گے۔

﴿۵﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پ ۲۱، الاحزاب: ۲۱)

تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھی پیروی ہے۔

﴿۶﴾ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِمَ حَنِيْفًا ط (پ ۱، البقرة: ۱۳۵)

فرمادو بلکہ ہم پیروی کریں گے ابراہیم کے دین کی جو ہر برائی سے دور ہے۔

﴿۷﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (پ ۵، النسآء: ۱۱۵)

اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ حق اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۸﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

اور ایسے ہی ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تم پر نگہبان گواہ ہیں۔

(پ۲،البقرۃ:۱۴۳)

ان مذکورہ آیتوں سے معلوم ہوا کہ سچے مذہب کی پہچانیں دو ہیں ایک تو یہ کہ اس مذہب میں سچے لوگ یعنی اولیاء اللہ، صالحین، علماء ربانی ہوں، دوسرے یہ کہ وہ عام مومنین کا مذہب ہو، چھوٹے چھوٹے فرقے جن میں اولیاء صالحین نہیں وہ غلط راستے ہیں اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے اِتَّبِعُوا السَّوَادِ الْاَعْظَمِ (المستدرك للحاكم، كتاب العلم، باب من شذ شذ فی النار، الحديث ٤٠٤، ج١، ص٣١٧، دار المعرفة بيروت) بڑے گروہ کی پیروی کرو یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے اب تک جس مذہب پر عام مسلمان رہے ہوں وہ قبول کرو۔ یہ دونوں علامتیں آج صرف مذہب اہل سنت میں پائی جاتی ہیں۔ شیعہ، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی میں نہ اولیاء اللہ تھے نہ ہیں۔ تمام چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی اسی سنی مذہب میں گزرے ہیں اور اسی مذہب میں آج ہیں نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم، ان سے حاجتیں مانگنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ماننا وغیرہ تمام چیزیں عام مسلمان کا مذہب رہا اور ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب جاء الحق کا مطالعہ کرو۔

لطیفہ: ہر قوم کی تاریخ اس کے نام سے معلوم کرو، قوموں کے موجودہ نام تاریخی نام ہیں ہم اس پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

مرزائی: اس فرقہ کی پیدائش مرزا غلام احمد قادیانی کے وقت سے ہے یعنی

www.sirat-e-mustaqeem.com

بارہویں صدی کی پیداوار ہے اس جماعت کی عمر سو برس ہے۔

چکڑالوی: اس فرقہ کی پیدائش عبداللہ چکڑالوی پنجابی کے وقت سے ہوئی یعنی اس کی عمر ایک سو پندرہ سال ہے۔

اثناعشری شیعہ: اس فرقہ کی پیدائش بارہ اماموں کے وقت سے ہوئی کیونکہ اثناعشر کے معنی ہیں بارہ امام، جب بارہ امام پیدا ہوئے تو یہ فرقہ ظہور میں آیا اس لئے اس کی عمر تقریبا گیارہ سو برس ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تین سو سال بعد میں ہوا، خیال رہے کہ ان شیعہ کے عقیدہ میں امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں جو قرآن لے کر چھپ گئے ہیں قریب قیامت آئیں گے۔

وہابی: خواہ دیوبندی ہوں یا غیر مقلد اس فرقے کی پیداوار عبدالوہاب نجدی کے وقت میں ہوئی لہذا اس کی عمر ایک سو پچھتر سال ہے یعنی گیارہویں صدی میں پیدا ہوا۔

بابی، بہائی: ان دونوں فرقوں کی پیداوار بہاء اللہ اور عبداللہ باب کے زمانہ میں ہوئی ان کی عمر سو برس سے بھی کم ہے۔

اہل سنت والجماعت: جب سے سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں آئی تب سے یہ مذہب آیا یعنی جو عمر سنت رسول اللہ کی ہے وہی اس مذہب کی ہے اور چونکہ مسلمانوں کی عام جماعت کا یہی مذہب ہے لہذا اس فرقے کا نام ہوا اہل سنت وجماعت یعنی سنت رسول اور جماعت مسلمین والا فرقہ۔

قرآن پاک کی مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ یہ ہی فرقہ حق ہے اگرچہ قرآن

www.sirat-e-mustaqeem.com

پاک کا ترجمہ سب کرتے ہیں حدیثیں سب دبائے پھرتے ہیں اور علماء سارے فرقوں میں ہیں مگر صادقین یعنی اولیاء کاملین، حضور غوث پاک، خواجہ اجمیر، خواجہ بہاؤالدین نقشبند، شیخ شہاب الدین سہروردی گزشتہ اولیاء اللہ اور موجودہ اولیاء کرام، تونسہ شریف، سیال شریف، گولڑہ شریف، علی پور شریف، بٹالہ شریف وغیرہ تمام آستانے والے اسی مذہب پر ہیں۔ لہذا ان آیات نے صاف طور پر بتایا کہ یہ ہی مذہب حق ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی پر ہم سب کو رکھے اور اسی پر خاتمہ کرے۔ آمین

مسئلہ نمبر ۹

دم درود کرنا، پڑھ کر پھونکنا

بعض لوگ صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تعویذ، دم، جھاڑ پھونک کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کھانے کمانے کے ڈھنگ ہیں قرآن میں اس کا ثبوت نہیں بلکہ جو ہوا پیٹ میں سے نکلتی ہے وہ گرم اور بیماری والی ہوتی ہے وہ پھونک بیمار کرے گی شفا نہ دے گی مگر یہ خیال قرآن کے خلاف ہے۔

قرآن کریم نے دم کرنے اور پھونکنے کی تاثیر کا اعلان فرمایا ہے آیات ملاحظہ ہوں پھونکنے میں تاثیر ہے۔

﴿۱﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ○ (پ ۱۴، الحجر: ۲۹)

رب تعالیٰ نے فرمایا تو جب میں آدم کے جسم کو ٹھیک کرلوں اور ان میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو ان کیلئے سجدے میں گر جانا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے روح پھونک کر آدم علیہ السلام کو زندگی

www.sirat-e-mustaqeem.com

بخشی رب تعالیٰ کا پھونکنا وہ ہے جو اس کی شان کے لائق ہو مگر لفظ پھونکنے کا استعمال فرمایا گیا بلکہ جان کو روح اسی واسطے کہتے ہیں کہ وہ پھونکی ہوئی ہوا ہے۔ روح کے معنی ہوا، پھونک ہیں۔

﴿۲﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ (پ۲۸، التحریم: ۱۲)

اللہ بیان فرماتا ہے اور عمران کی بیٹی مریم کا جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اپنی طرف سے اس میں روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور کتابوں کی تصدیق کی اور فرماں برداروں میں ہوئی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے گریبان میں دم کیا جس سے آپ حاملہ ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اسی لئے آپ کا لقب روح اللہ بھی ہے اور کلمۃ اللہ بھی، یعنی اللہ کا دم یا اللہ کا کلمہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کچھ پڑھ کر حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر دم کیا جس سے یہ فیض دیا۔ اب بھی شفا وغیرہ کے لئے پڑھ کر دم ہی کرتے ہیں۔

﴿۳﴾ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ (پ۳، ال عمران: ۴۹)

فرمایا عیسیٰ نے کہ میں بناتا ہوں تمہارے لئے پرندے کی صورت پھر اس میں دم کرتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور کوڑھی اندھے کو اچھا کرتا ہوں اور مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام دم کر کے مردے زندہ کرتے تھے، کوڑھی اور اندھوں کو اچھا کرتے تھے، یہاں بھی دم سے ہی یہ فیض دیئے گئے۔

﴿٤﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (پ۲۳،الزمر:٦٨)

اور پھونکا جائے گا صور میں تو بیہوش ہوجائیں گے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

﴿٥﴾ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝ (پ۳۰،النبا:١٨)

جس دن پھونکا جاوے گا صور میں پس آؤ گے تم فوج در فوج۔

معلوم ہوا قیامت کے دن صور میں پھونکا جاوے گا جس سے مردے زندہ ہوں گے غرضیکہ ابتداء، انتہاء اور بقا ہمیشہ فیض دم سے ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا اسی لئے آج بھی صوفیاء قرآن کریم پڑھ کر دم کرتے ہیں خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیماروں پر قرآن شریف پڑھ کر دم فرماتے تھے کیونکہ جیسے پھولوں سے چھو کر ہوا میں خوشبو پیدا ہوجاتی ہے ایسے ہی جس زبان سے قرآن شریف پڑھا گیا ہو اس سے چھو کر جو ہوا آوے گی وہ شفا دے گی، اسی طرح تبرکات سے شفا ملتی ہے جیسا کہ اسی باب کے شروع میں آیات سے ثابت کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰

سارے صحابہ برحق ہیں

قرآن کریم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حقانیت وصداقت کا اعلان فرما رہا ہے، فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱﴾ الٓمّٓ ۝ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ ج فِیْهِ (پ۱،البقرۃ:۱۔۲)

وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) شک کی جگہ نہیں اس میں۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ قرآن میں کوئی شک وتردد نہیں۔شک کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو بھیجنے والا غلطی کرے یا لانے والا غلطی کرے یا جس کے پاس آیا ہو وہ غلطی کرے یا جنہوں نے اس سے سن کر لوگوں کو پہنچایا انہوں نے دیانت سے کام نہ لیا ہو۔اگر ان چاروں درجوں میں کلام محفوظ ہے تو واقعی شک وشبہ کے لائق نہیں۔قرآن شریف کا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ، لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام، لینے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضور سے لے کر ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) اگر قرآن شریف اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السلام، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک تو محفوظ رہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سچے نہ ہوں اور ان کے ذریعہ قرآن ہم کو پہنچے تو یقیناً قرآن میں شک پیدا ہوگیا کیونکہ فاسق کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ م بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا (پ۲۶،الحجرات:۶)

اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لاوے تو تحقیق کرلیا کرو۔

اب قرآن کا بھی اعتبار نہ رہے گا قرآن پر یقین جب ہی ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام کے تقویٰ ودیانت پر یقین ہو۔

﴿۲﴾ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ (پ۱،البقرۃ:۲۔۳)

قرآن ہدایت ہے ان متقیوں کو جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

یعنی اے کافرو! جن پرہیزگاروں یعنی جماعت صحابہ کو تم دیکھ رہے ہو انہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

قرآن نے ہی ہدایت دی اور یہ لوگ قرآن ہی کی ہدایت سے ایسے اعلیٰ متقی بنے ہیں۔ قرآن کریم نے ہی ان کی کایا پلٹ دی اگر قرآن کا کمال دیکھنا ہو تو ان صحابہ کرام کا تقویٰ دیکھو۔ اس آیت میں قرآن نے صحابہ کرام کے ایمان وتقویٰ کو اپنی حقانیت کی دلیل بنایا اگر وہاں ایمان وتقویٰ نہ ہو تو قرآن کا دعویٰ بلا دلیل رہ گیا۔

﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ (پ ۱۰، الانفال: ۷۴)

اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے رسول کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ سچے مسلمان ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اس آیت میں صحابہ کرام، مہاجرین اور انصار کا نام لے کر انہیں سچا مومن، متقی اور مغفور فرمایا گیا۔

﴿۴﴾ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (پ ۲۸، الحشر: ۸)

ان فقیر ہجرت والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ ورسول کی مدد کرتے ہیں وہ ہی سچے ہیں۔

اس آیت میں تمام مہاجر صحابہ کو نام و پتہ بتا کر سچا کہا گیا ہے یعنی یہ ایمان میں سچے اور اقوال کے پکے ہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۵﴾ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پ۲۸، الحشر:۹)

اور وہ جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جان پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں بہت محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہ ہی کامیاب ہے۔

اس آیت میں انصار مدینہ کو نام لے کر پتہ بتا کر کامیاب فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ سارے مہاجرین وانصار سچے اور کامیاب ہیں۔

﴿۶﴾ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ (پ۲۷، الحدید: ۱۰)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔

اس آیت نے بتایا کہ سارے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے لیکن وہ خلفاء راشدین جو فتح مکہ سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار رہے وہ بہت درجے والے ہیں ان کے درجہ تک کسی کے وہم وگمان کی رسائی نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے ساری دنیا کو قلیل یعنی تھوڑا فرمایا اور اتنے بڑے عرش کو عظیم یعنی بڑا فرمایا لیکن ان خلفائے راشدین کے درجہ کو چھوٹا نہ کہا، بڑا نہ فرمایا بلکہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اعظم یعنی بہت ہی بڑا فرمایا۔

﴿۷﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى o الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى o وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى o اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى o وَلَسَوْفَ يَرْضٰى o (پ ۳۰، اللیل: ۱۷ ـ ۲۱)

اور دوزخ سے بہت دور رکھا جائے گا وہ سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جاوے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھاری قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا، کفار نے حیرت سے کہا کہ شاید حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ پر کوئی احسان ہوگا جس کا بدلہ ادا کرنے کے لئے آپ نے اتنی بڑی قیمت سے خرید کر آزاد کیا۔ ان کفار کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی اس میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسب ذیل خصوصی صفات بیان ہوئے:

ان کا دوزخ سے بہت دور رہنا، ان کا سب سے بڑا متقی ہونا یعنی اتقی، ان کا بے مثل سخی ہونا، ان کے اعمال طیبہ طاہرہ کا ریا سے پاک ہونا خالص رب عزوجل کے لیے ہونا اور جنت میں انہیں رب تعالیٰ کی طرف سے ایسی نعمتیں ملنا جس سے وہ راضی ہو جاویں۔

لطیفہ: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فرمایا وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى o (الضحیٰ: ۵) آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاویں گے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا وَلَسَوْفَ يَرْضٰى o (اللیل: ۲۱) عنقریب صدیق راضی ہو جاویں گے۔ معلوم ہوا کہ آپ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بہت ہی قرب ہے۔

﴿۹﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کی پیروی کرنے والے یہ مومن کافی ہیں۔

(پ ۱۰، الانفال: ٦٤)

یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے پر نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ حقیقتاً آپ کو اللہ کافی ہے اور عالم اسباب میں عمر کافی ہیں۔

﴿۱۰﴾ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

جو صحابہ ان نبی کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت، آپس میں نرم ہیں۔

(پ ۲٦، الفتح: ۲۹)

﴿۱۱﴾ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۟ قف كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ...اِلٰی اَنْ قَالَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ (پ ۲٦، الفتح: ۲۹)

یہ جماعت صحابہ وہ ہیں جن کی مثال تو ریت وانجیل میں اس کھیت سے دی گئی ہے جس نے اپنا پٹھا نکالا... (یہاں تک کہ فرمایا) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمہارے صحابہ کے نام کے ڈنکے ہم نے توریت وانجیل میں بجادیئے وہ تو میری ہری بھری کھیتی ہیں جنہیں دیکھ کر میں تو خوش ہوتا ہوں اور میرے دشمن رافضی جلتے ہیں۔

لطیفہ: قرآن کریم نے بعض لوگوں پر صاف صاف فتویٰ کفر دیا ایک تو نبی کی توہین کرنے والے، اور دوسرے صحابہ کرام کے دشمن، صحابہ کرام کے دشمنوں پر رب تعالیٰ نے کفر کا فتویٰ دیا کسی اور سے نہ دلوایا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۱۲﴾ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ (پ ۱۰، التوبۃ: ۴۰)

ابوبکر دو میں کے دوسرے ہیں جبکہ وہ غار میں ہیں جب فرماتے تھے رسول اپنے ساتھی سے غم نہ کر۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اتری، اس میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب غار میں یار کو لے کر بیٹھے اور مار سے اپنے کو کٹوایا۔ اس آیت نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا صراحۃً اعلان فرمایا، ان کی صحابیت ایسی ہی قطعی اور یقینی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کیونکہ جس قرآن نے توحید و رسالت کا صراحۃً اعلان کیا، اسی قرآن نے صدیق کی صحابیت کا ڈنکا بجایا لہٰذا ان کی صحابیت و عدالت پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا اور ان کی صحابیت کا منکر ایسا ہی بے دین ہے جیسے توحید و نبوت کا منکر۔

﴿۱۳﴾ لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (پ ۴، ال عمران: ۱۳۹)

نہ سست پڑو تم لوگ نہ غمگین ہو اور تم ہی بلند ہو اگر تم سچے مومن ہو۔

﴿۱۴﴾ وَعَدَاللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط (پ ۱۸، النور: ۵۵)

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور جما دے گا ان کے لئے ان کا وہ دین جو ان کیلئے پسند کیا اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان دو آیتوں میں مسلمانوں سے دو شرطوں پر چند وعدے کئے گئے ہیں شرطیں ایمان اور تقویٰ کی ہیں ان سے وعدہ ہے۔﴿۱﴾ بلندی﴿۲﴾ خلافت دنیا﴿۳﴾ خوف کے بعد امن بخشنا﴿۴﴾ دین کو مضبوط کرنا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو بلندی بھی دی زمین میں خلافت بھی بخشی، امن بھی عطا کیا اور ان کے زمانہ میں دین کو ایسا مضبوط فرمایا کہ آج اس مضبوطی کی وجہ سے اسلام قائم ہے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دونوں شرطیں بھی پوری کیں اور مومن بھی رہے اور پرہیزگار متقی بھی، ورنہ انہیں یہ چار نعمتیں نہ دی جاتیں۔

یہ چند آیات بطور نمونہ پیش کی گئیں ورنہ قرآن کریم کی بہت سی آیات ان حضرات کے فضائل میں ہیں اور کیوں نہ ہوں یہ حضرات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمال کا مظہر ہیں جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات رب تعالیٰ کے کمال کا نمونہ ہے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص رب تعالیٰ کے کمال کا انکار ہے ایسے ہی ان کا انکار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمال کا انکار ہے استاد کا زور علمی شاگردوں کی لیاقت سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر صف اول کی نماز فاسد ہو تو پچھلی صفوں کی نماز درست نہیں ہوسکتی کیونکہ امام کو دیکھنے والی صف اول ہی ہے، اگر انجن کے پیچھے والا ڈبہ انجن سے کٹ کر رہ جائے تو پچھلے ڈبے کبھی سفر نہیں کر سکتے، وہ حضرات اسلام کی صف اول ہیں اور ہم آخری صفیں وہ گاڑی کا اگلا ڈبہ ہم پچھلے۔ اگر وہ ایمان سے رہ گئے تو ہم کیسے مومن ہو سکتے ہیں؟

اعتراض: ان آیتوں کے نزول کے وقت تو یہ سب مومن تھے مگر حضور صلی اللہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کا حق چھین کر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم نہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے نکل گئے یہ آیات اسوقت کی ہیں بعد سے انہیں کوئی تعلق نہیں۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اگر خلفاء راشدین کا انجام اچھا نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے فضائل قرآن شریف میں بیان نہ فرماتا نیز رب تعالیٰ نے ان مذکورہ آیتوں میں خبر دی کہ یہ دوزخ سے بہت دور رہیں گے، ہم انہیں انتا دیں گے کہ وہ راضی ہوجاویں گے ہم نے ان سب سے جنت کا وعدہ کرلیا۔ یہ باتیں انجام بخیر سے ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ حضرات ایمان سے پھر گئے ہوتے تو اہلبیت اطہار خصوصاً حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے خلیفۂ رسول وہ ہوسکتا ہے جو مومن متقی ہو بلکہ جیسے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفین میں جنگ کی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا میں جان دے دی مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا، اس وقت بھی وہ جنگ کرتے۔

تیسرے یہ کہ جیسے صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد ان کی خلافتیں میراث کے طور پر ان کی اولاد کو نہ ملیں بلکہ جس پر سب کا اتفاق ہوگیا وہ خلیفہ ہوگیا اسی طرح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت میں نہ میراث تھی نہ کسی کی ملکیت بلکہ رائے عامہ پر ہی انتخاب ہوا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

چوتھے یہ کہ پیغمبر کی میراث مال نہیں بلکہ علم ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (پ ۱۹،النمل:۱۶)	اور وارث ہوئے سلیمان داؤد کے اور فرمایا کہ ہم کو پرندوں کی بولی کا علم دیا گیا۔

دیکھو داؤد علیہ السلام کے بہت بیٹے تھے مگر وارث صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے اور مال کے نہیں بلکہ علم کے وارث ہوئے اسی لئے نبی کی بیویاں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی میراث نہ پاسکیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم نہ فرمائی۔

اعتراض: تم کہتے ہو کہ سارے صحابہ متقی پرہیزگار ہیں حالانکہ قرآن شریف انہیں فاسق کہہ رہا ہے۔فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا (پ۲۶،الحجرات:۶)	اے مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کسی قسم کی خبر لائے تو تحقیق کرلیا کرو۔

ولید بن عقبہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر خبر دی تھی کہ فلاں قوم نے زکوۃ نہ دی۔اس پر یہ آیت اتری جس میں ولید صحابی کو فاسق کہا گیا اور فاسق متقی نہیں ہوسکتا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں، **ایک** یہ کہ یہاں ان کو فاسق نہ کہا گیا بلکہ ایک قانون بیان کیا گیا کہ آئندہ اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیقات کرلیا کرو۔**دوسرے** یہ کہ اس خاص وقت میں ان کو فاسق گنہگار کہا گیا صحابی سے گناہ سرزد ہوسکتا ہے وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

معصوم نہیں ہاں اس پر قائم نہیں رہتے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے جیسے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زنا ہو گیا مگر بعد میں ایسی توبہ نصیب ہوئی کہ سبحان اللہ!

مسئلہ نمبر ۱۱

عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ ہوئے

سارے مسلمانوں کا عقیدہ تھا اور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا مگر اب موجودہ زمانہ میں قادیانیوں نے اس کا انکار کیا، ان کی دیکھا دیکھی بعض بھولے جاہل مسلمان بھی اس ظاہری مسئلہ کے منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں حالانکہ قرآن شریف اس کا بہت زور شور سے اعلان فرما رہا ہے، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿۱﴾ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝

بے شک عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے کہ اسے مٹی سے بنایا پھر اس سے فرمایا کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تو تم شک والوں میں سے نہ ہو۔

(پ۳، اٰل عمرٰن: ۵۹۔۶۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تشبیہ دی کہ جیسے آدم علیہ السلام بغیر نطفے کے پیدا ہوئے ایسے ہی آپ بھی۔ جب آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے نہ ہوئے تو اے عیسائیو! عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے کب ہو سکتے ہیں؟ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش عام انسانوں کی طرح ہوتی تو انہیں آدم علیہ السلام سے تشبیہ نہ دی جاتی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿۲﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ (پ۱۶، مریم: ۲۰) قَالَ كَذٰلِكِ ج قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ج وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ج (پ۱۶، مریم: ۲۱)

مریم نے جبریل سے کہا کہ میرے بیٹا کیسے ہوسکتا ہے مجھے تو کسی مرد نے چھوا بھی نہیں فرمایا ایسے ہی ہوگا تمہارے رب نے فرمایا کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے اور تا کہ بنائیں ہم اس بچہ کو لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیٹا ملنے کی خبر پر حیرت کی کہ بغیر مرد کے بیٹا کیسے پیدا ہوگا اور انہیں رب کی طرف سے جواب ملا کہ اس بچہ سے رب تعالیٰ کی قدرت کا اظہار مقصود ہے لہذا ایسے ہی بغیر باپ کے ہوگا، اگر آپ کی پیدائش معمول کے مطابق تھی تو تعجب کے کیا معنی اور رب تعالیٰ کی نشانی کیسی؟

﴿۳﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ط قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا o (پ۱۶، مریم: ۲۷)

تو انہیں گود میں اپنی قوم کے پاس لائیں بولے اے مریم تو نے بہت بری بات کی۔

معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر لوگوں نے حضرت مریم کو بہتان لگایا اگر آپ خاوند والی ہوتیں تو اس بہتان کی کیا وجہ ہوتی۔

﴿۴﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا o قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ قف (پ۱۶، مریم: ۲۹۔۳۰)

پھر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے بچہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی گویائی دی اور آپ علیہ السلام نے خود اپنی ماں کی پاکدامنی اور رب تعالیٰ کی قدرت بیان فرمائی اگر آپ کی پیدائش باپ سے ہے تو اس معجزے اور گواہی کی ضرورت نہ تھی۔

﴿۵﴾ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ج اَلْقٰهَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ

عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور رب کی طرف سے ایک روح

(پ٦،النسآء:١٧١)

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کو مریم کا بیٹا فرمایا حالانکہ اولاد کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف آپ کا اگر والد ہوتا تو آپ کی نسبت اسی کی طرف ہونی چاہیے تھی نیز قرآن کریم نے کسی عورت کا نام نہ لیا اور نہ کسی کی پیدائش کا واقعہ اس قدر تفصیل سے بیان فرمایا چونکہ آپ کی پیدائش عجیب طرح صرف ماں سے ہے لہذا ان بی بی کا نام بھی لیا اور واقعہ پیدائش پورے ایک رکوع میں بیان فرمایا، نیز انہیں کلمۃ اللہ اور اللہ کی روح فرمایا، معلوم ہوا کہ آپ کی پیدائش ایک کلمہ سے ہے اور آپ کی روح مافوق الاسباب آئی ہے۔

﴿٦﴾ وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○

عیسیٰ کلام کریں گے لوگوں سے پالنے سے اور پکی عمر میں اور خاص نیکوں میں ہوں گے۔

(پ٣،ال عمرٰن:٤٦)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت بچپن اور بڑھاپے میں کلام کرنا ہے بچپن میں کلام کرنا تو اس لئے معجزہ ہے کہ بچے اتنی عمر میں بولا نہیں کرتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور بڑھاپے میں کلام کرنا اس لئے معجزہ ہے کہ آپ بڑھاپے سے پہلے آسمان پر گئے اور وہاں سے آکر بوڑھے ہوکر کلام کریں گے۔

ان آیات مذکورہ بالا سے روز روشن کی طرح آپکا بغیر باپ کے پیدا ہونا ظاہر ہوا۔

اعتراض: اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انسان بلکہ سارے حیوانات کو نطفے سے پیدا فرمادے اور قانون کی مخالفت ناممکن ہے لہذا عیسیٰ علیہ السلام کا خلاف قانون پیدا ہونا غیر ممکن ہے۔ رب تعالیٰ صاف فرمارہا ہے:

﴿۱﴾ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ (پ۲۹، الدھر:۲)

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو ماں باپ کے مخلوط نطفے سے کہ ہم اسے آزمائیں پس ہم نے اسے سننے دیکھنے والا بنادیا۔

﴿۲﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ (پ۱۹، الفرقان:۵۴)

اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کردی۔

﴿۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ (پ۱۷، الانبیآء:۳۰)

اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی تو کیا وہ ایمان نہ لائیں گے۔

﴿۴﴾ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۚ (پ۲۲، فاطر:۴۳)

اور تم ہرگز اللہ کے قانون کو بدلتا ہوا نہ پاؤ گے۔

﴿۵﴾ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ۝ (پ۱۵، بنیٓ اسرآءیل:۷۷)

اور تم ہمارا قانون بدلتا ہوا نہ پاؤ گے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ان آیتوں سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ تمام انسان اور حیوانات کی پیدائش کا قانون یہ ہے کہ اس کی پیدائش نطفے سے ہو۔ دوسرے یہ کہ خدا کے قانون میں تبدیلی ناممکن ہے اگر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ مانی جائے تو ان آیات کے خلاف ہوگا۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی، دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ آدم علیہ السلام بغیر نطفے کے پیدا ہوئے ہمارے سروں میں جوئیں، چارپائی میں کھٹمل، پیٹ اور زخم میں کیڑے بغیر نطفے کے دن رات پیدا ہوتے ہیں، برسات میں کیڑے، پھل میں جانور بغیر نطفے کے پیدا ہوتے ہیں بتاؤ یہ قانون کے خلاف کیوں ہوا۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ معجزات اور کرامات اولیاء خود قانون الٰہی ہیں یعنی رب تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ نبی اور ولی پر حیرت انگیز باتیں ظاہر ہوں تو آپ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اس معجزے کے قانون کے ماتحت ہے تمہاری پیش کردہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق خدا کے قانون میں تبدیلی نہیں کرسکتی اگر خالق خود کرے تو وہ قادر ہے۔ انسان کی پیدائش نطفے سے ہونا قانون ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر نطفے کے ہونا قدرت ہے ہم قانون کو بھی مانتے ہیں اور قدرت کو بھی، رب تعالیٰ قانون کا پابند نہیں ہم پابند ہیں۔

دیکھو قانون یہ ہے کہ آگ جلادے مگر ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلایا یہ قدرت ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِمَ ○ (پ ۱۷، الانبیآء: ۶۹)

ہم نے کہا کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا۔

اسی طرح اور بہت سارے معجزات کا حال ہے اللہ تعالیٰ قادر وقیوم ہے جو چاہے کرے اس کی قدرتوں کا انکار کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ رب تعالیٰ ہم سب کو اس راستہ پر چلائے جو اس کے نیک بندوں کا ہے اور اس زمانہ کی ہواؤں سے ہمارا ایمان محفوظ رکھے۔ آمین آمین یارب العالمین!

وصلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقه سیدنا محمد واٰله واصحابه اجمعین آمین برحمته وهو ارحم الرحمین.

ناچیز احمد یار خاں، ۵ ذیقعد ۱۳۷۱ھ، یوم دوشنبہ مبارکہ

''یہ کتاب ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ، دوشنبہ کو شروع ہوکر ۵ ذیقعد ۱۳۷۱ھ، دوشنبہ کو یعنی ایک ماہ بارہ دن میں اختتام کو پہنچی۔ جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے وہ مجھ گنہگار کے لئے حسن خاتمہ کی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے مجھے کلمہ طیبہ پر خاتمہ نصیب کرے اور مجھ گنہگار کی مغفرت فرمادے، اسی لالچ میں یہ محنت کی ہے۔''

احمد یار خاں

www.sirat-e-mustaqeem.com

یاد داشت

دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرمالیجئے۔ ان شاء اللہ عزوجل علم میں ترقّی ہوگی۔

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ